تنظیم اسلامی کا ترجمان

38

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
29واں سال

23 تا 29 ربیع الاوّل 1442ھ/ 10 تا 16 نومبر 2020ء

بے درد تماشائی نہ بنو

اگر قیامت کا آنا حق ہے اور یہ جھوٹ نہیں کہ خدا کا وجود ہے تو مسلمانانِ عالم کے پاس اس وقت کیا جواب ہوگا جب قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ تم کروڑوں کی تعداد میں زندہ وسلامت موجود تھے، تمہارے جسموں سے روح کھینچ نہیں لی گئی تھی۔ تمہاری قوتوں کو سلب نہیں کرلیا گیا تھا۔ تمہارے کان بہرے نہ تھے۔ نہ ہاتھ کٹے ہوئے اور پاؤں لنگڑے۔ پھر تمہیں کیا ہوگیا تھا کہ تمہارے سامنے بھائیوں کی گردنوں پر دشمنوں کی تلواریں چل گئیں۔ وطن سے بے وطن اور گھر سے بے گھر ہو گئے۔ اسلام کی آبادیاں غیروں کے قبضہ وتسلط سے پامال ہوگئیں۔ پر نہ تو تمہارے دلوں میں جنبش ہوئی نہ تمہارے قدموں میں حرکت ہوئی۔ نہ تمہاری آنکھوں نے محبت وماتم کا ایک آنسو بخشا اور نہ تمہارے خزانوں پر سے بخل وزر پرستی کے قفل ٹوٹے؟ تم نے چین وآرام کے بستروں پر لیٹ لیٹ کر بربادیٔ ملت، پامالی اسلام کا یہ خونیں تماشا دیکھا اور اس بے درد تماشائی کی طرح بے حس وحرکت تکتے رہے جو سمندر کے کنارے کھڑے ہوکر ڈوبتے ہوئے جہازوں اور بہتی ہوئی لاشوں کا نظارہ کررہا تھا۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ

اس شمارے میں

امریکہ کے صدارتی انتخابات اور پاکستان

تقویٰ اور اس کا انعام

فرانس میں توہین رسالت اور ردعمل

امیر تنظیم اسلامی کا پیغام رفقائے تنظیم کے نام

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحشؓ

اکبر نام لیتا ہے خدا کا......

سُورۃُ النُّور (تمہیدی کلمات)

سُورۃُ النُّور | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت : 01

سُوۡرَۃٌ اَنۡزَلۡنٰہَا وَ فَرَضۡنٰہَا وَ اَنۡزَلۡنَا فِیۡہَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۱﴾

مکی سورتوں کے ایک طویل سلسلے (سورۂ یونس تا سورۃ المومنون) کے بعد اب ہم ایک مدنی سورت کا مطالعہ کرنے جا رہے ہیں‘ جو اس گروپ کی آخری سورت ہے۔ اگرچہ بعض لوگ چودہ سورتوں کے اس گروپ میں سے سورۃ الرعد اور سورۃ الحج کو مدنی قرار دیتے ہیں مگر جو لوگ مکی اور مدنی سورتوں کے مزاج سے واقفیت رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی مدنی سورت نہیں ہے‘ البتہ یہ ممکن ہے کہ ان میں کہیں کہیں کچھ آیات مدنی ہوں۔

سورۃ النور کا نزول 6 ہجری میں ہوا۔ اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے جانے والی سازش کو بھی بے نقاب کیا گیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بے گناہی ثابت کی گئی ہے۔ اس سازش کے پیچھے مدینہ کے منافقین کا پورا گروہ تھا‘ لیکن اس میں بنیادی کردار رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کا تھا۔ بدقسمتی سے کچھ سادہ لوح مسلمان بھی منافقین کے اس پروپیگنڈا سے متاثر ہو گئے تھے۔ بلاشبہ یہ سب کچھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہت زیادہ تکلیف اور کرب کا باعث بنا۔

نسبتِ زوجیت کے اعتبار سے سورۃ النور کا تعلق سورۃ الاحزاب کے ساتھ ہے اور دونوں سورتوں کے مضامین میں گہری مشابہت پائی جاتی ہے۔ سورۃ الاحزاب چونکہ سورۃ النور سے پہلے (5 ہجری میں) نازل ہوئی تھی اس لیے اس کی آیات سورۃ النور کی آیات کی نسبت قدرے چھوٹی ہیں۔ اس وجہ سے سورۃ الاحزاب کی آیات کی تعداد اگرچہ زیادہ ہے مگر دونوں سورتوں کے رکوعات کی تعداد (9‘9) برابر ہے اور حجم بھی تقریباً ایک جیسا ہے۔ دونوں سورتوں میں نمبر 35 پر جو آیات ہیں وہ ایمان اور اسلام کی حقیقت کے حوالے سے خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔

آیت ۱ ﴿سُوۡرَۃٌ اَنۡزَلۡنٰہَا وَ فَرَضۡنٰہَا﴾ ”یہ ایک عظیم سورت ہے‘ ہم نے اس کو نازل کیا ہے اور اس کو (تم پر) فرض کیا ہے“

سورت کے آغاز کا یہ انداز تمام سورتوں میں منفرد ہے۔ ”سُوۡرَۃٌ“ کا لفظ یہاں پر بطور اسم نکرہ استعمال ہوا ہے۔ اس کو اگر تفخیم کے لیے مانا جائے تو اس کے معنی یوں ہوں گے کہ یہ ایک عظیم سورت ہے۔

﴿وَ اَنۡزَلۡنَا فِیۡہَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۱﴾﴾ ”اور ہم نے اس میں بڑی روشن آیات نازل کی ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو“

فرمان نبویؐ

لذتوں کو کاٹنے والی کو یاد کرو

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اَکۡثِرُوۡا ذِکۡرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لذتوں کو کاٹنے والی کو بہت یاد کرو۔“

تشریح: سب نے ایک دن مرنا ہے۔ بیوی، بچوں، مال، جائیداد اور کاروبار کو چھوڑ کر جانا ہے۔ دنیا کی رنگینیوں اور دلفریبیوں کو خیرباد کہہ کر قبر کی آغوش میں پہنچنا ہے۔ موت کی بے رحم اور ان دیکھی تلوار بہت جلد تمہیں اس سارے سروسامان سے جدا کر کے رکھ دے گی جسے تم اپنے آرام، لذت اور آسائش کے لیے مہیا کرتے رہے ہو۔ تنہائی میں تمہارے شعور کو موت کا احساس ہونا چاہیے اور ملنے جلنے والوں سے بھی اس کا تذکرہ کیا جائے۔ موت کو بار بار اور کثرت سے یاد کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے انسان دنیا میں زندگی گزارتے ہوئے بے لگام نہیں ہوتا۔ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے اور اس کے لیے راہِ راست پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

23 تا 29 ربیع الاوّل 1442ھ جلد 29
10 تا 16 نومبر 2020ء شمارہ 38

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......600 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا-----------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

امریکہ کے صدارتی انتخابات اور پاکستان

امریکہ کا اگلا صدر کون ہوگا۔ اس حوالے سے امریکی بلکہ ساری دُنیا حالتِ منتظرہ میں ہے۔ چند ریاستوں کے نتائج آنے کا نام ہی نہیں لے رہے جس کی وجہ سے حتمی نتیجہ سامنے نہیں آ رہا۔ اب تک کی صورتِ حال میں جو بائیڈن کو ٹرمپ پر برتری حاصل ہے۔ اُنھیں الیکٹورل کالج کے 264 ووٹ حاصل ہو چکے ہیں، صرف مزید 6 ووٹ اُنھیں وائٹ ہاؤس کا مکین بنا سکتے ہیں۔ جبکہ ٹرمپ ابھی تک 214 الیکٹورل ووٹ حاصل کر سکے ہیں۔ ان کے صدر ہونے کے امکانات بہت کم ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ انتخابات ہیں اِن میں آخری نتیجہ آنے تک حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہم سے لوگ پوچھتے ہیں کہ ٹرمپ کا دوبارہ صدر بننا پاکستان اور عالمِ اسلام کے لیے اچھا رہے گا یا جو بائیڈن کے صدر بننے سے ہمیں کچھ ریلیف ملے گا۔ ہماری رائے میں ٹرمپ بطور صدر ہمارے لیے بُرا ہے، جو بائیڈن بدتر ہے اور آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ اگر امریکہ میں اس حوالے سے کوئی بدامنی پیدا ہو جاتی ہے، ہنگامے اور فسادات ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور امریکہ کی سلامتی پر اگر کوئی کاری ضرب لگتی ہے تو یہ ہمارے لیے بدترین صورتِ حال ہوگی۔ شاید اِس بات سے کچھ لوگ کنفیوز ہو جائیں گے، بات پیچیدہ اور کسی حد تک ناقابلِ فہم ہو جائے گی۔

بہرحال ہم بات کو آسان الفاظ میں قارئین کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آج Deep State کا تصور عام ہو گیا ہے یعنی کسی ریاست میں ایسا مقتدر طبقہ جو ظاہری حکومت کو کنٹرول اور ڈائریکٹ کر رہا ہو تو امریکہ میں پینٹاگون کو یہ حیثیت حاصل ہے اگرچہ امریکہ کا معاملہ یہ ہے کہ وہاں گدھے اور ہاتھی کے نشان پر لڑنے والے اُمیدوار دونوں اسرائیل کے دوست، خیر خواہ بلکہ وفادار ہوتے ہیں۔ انتخابی مہم میں دونوں اسرائیل کی حمایت میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا تاثر قائم کرنا چاہتے ہیں گویا امریکہ کی Deep State کو بھی ایک خارجی قوت کنٹرول کر رہی ہوتی ہے۔ لہٰذا کسی ایک کی جیت اسرائیل ہی کی جیت ہوتی ہے اور اسرائیل امریکہ کے کاندھوں پر سوار ہو کر امریکہ کی وساطت سے دُنیا پر حکومت کرتا ہے۔ لیکن اب اسرائیل کو امریکی کندھوں سے کچھ چبھن سی محسوس ہونے لگی ہے۔ وہ براہِ راست عالمی شہنشائیت کا خواہشمند ہوتا جا رہا ہے۔ لہٰذا اس مرتبہ وہ اپنے لیے دونوں آپشن کھلے رکھنا چاہتا ہے۔ اگر مذکورہ بالا دونوں اُمیدواروں میں سے کوئی ایک غیر متنازعہ کامیابی حاصل کر لیتا ہے تو اسرائیل کی بالواسطہ حکومت کا تسلسل قائم رہے گا یعنی وہ حسبِ معمول اپنی کارروائیوں کے لیے امریکی کندھے استعمال کرتا رہے گا اور اگر امریکہ میں کسی فریق کے نتائج کو تسلیم نہ کرنے سے ہنگامے اور فسادات شروع ہو جاتے ہیں تو اسرائیل جلتی پر تیل ڈالے گا اور ایک وقت آئے گا کہ نیویارک میں قائم عالمی مالیاتی نظام کو پلک جھپکنے میں اور ایک جھٹکے سے تل ابیب منتقل کر لے گا جس سے امریکہ دیوالیہ ہو سکتا ہے۔ تب اسرائیل منقسم

امریکہ کی عسکری قوت کو براہِ راست کنٹرول کرے گا۔ یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ بالآخر ہو گا کیا؟ کیونکہ انسانی چالوں کی اللہ کے فیصلے کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ بہرحال اسرائیل اپنے تئیں براہِ راست عالمی شہنشاہیت حاصل کرنے کی یوں منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ اب یہ بات سمجھ آ جانی چاہیے کہ امریکی صدارت کے متنازعہ نتائج ہمارے لیے کیوں بدترین ثابت ہوں گے۔ لیکن اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ ہمیں مایوس ہو کر سرنڈر کر دینا چاہیے۔

اسرائیل اور یہودی انسان ہیں، خدا نہیں بلکہ ہمارے نزدیک تو وہ مسترد شدہ اور راندۂ درگاہ ہیں۔ درحقیقت اللہ ہی سب سے بڑی اور واحد قوت ہے ہماری بدقسمتی یہ ہے اور ہماری ذلت و رسوائی کی وجہ یہ ہے کہ ایک طرف ہم نے اللہ سے اپنا رشتہ انتہائی کمزور کر لیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اللہ سے اپنے تعلق کو بھی اپنے دُنیوی مفادات کے تابع کر لیا اور پھر دُنیا میں ہر قسم کی جدوجہد اور بھاگ دوڑ میں بھی غفلت، نااہلی اور جہالت کا مظاہرہ کیا یعنی نہ دین کے رہے نہ دنیا کے، پھر اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے تو آخر کیوں کرے، محض مسلمانوں والا نام رکھ کر تو ہم اللہ کی مدد اور نصرت کے مستحق نہیں ہو سکتے تھے۔ البتہ ہمارا ایمان ہے اور پختہ ایمان ہے کہ زندگی میں کسی بھی سٹیج پر مسلمان اگر صدقِ دل سے اور خلوص سے اپنی سمت درست کرے اور اللہ رب العزت کی طرف چل کر جائے تو حق تعالیٰ اُس کی طرف دوڑ کر آئے گا۔ لہٰذا ہمیں دوطرفہ محنت کی ضرورت ہے۔

قرونِ اولیٰ کے مسلمان کیوں ذی وقار اور عزت دار تھے اور اُنھیں دشمن پر غلبہ کیوں حاصل تھا۔ اِس لیے کہ وہ رات کے راہب اور دن کے شاہسوار تھے۔ اللہ رب العزت کے اُصول اٹل ہیں۔ اگر آج ہم بھی یہ راستہ اختیار کرتے ہیں، ایک طرف دُنیوی لحاظ سے دشمن کا مقابلہ کرنے کی پوری تیاری کرتے ہیں۔ اُس کی چالوں کو سمجھتے ہیں اور اُس کا توڑ کرتے ہیں اور دوسری طرف اللہ سے اپنے تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کرتے ہیں۔ اُس کے احکامات کی پابندی کرتے ہیں اُس کی معصیت سے بچنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں اور اپنی استعداد کے مطابق تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور نجی اور اجتماعی سطح پر مسلمان ہو جاتے ہیں پھر نیک نیتی اور خلوصِ دل سے گڑگڑا کر اُس سے مدد اور اعانت طلب کرتے ہیں بالفاظ دیگر فضائے بدر پیدا کرتے ہیں تو ان شاء اللہ آج بھی فرشتے ہماری مدد کو قطار اندر قطار اُتریں گے۔ مسلمان کی دُنیوی اور اُخروی کامیابی کا کل بھی یہی راز تھا اور آج بھی یہی راز ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ تعلق مع اللہ کے حوالے سے تو ہمارے قارئین ہم سے کہیں آگے ہوں گے، اللہ مزید توفیق اور استقامت عطا فرمائے۔ عالمی سطح پر اسلام دشمنی اور خاص طور پر پاکستان کو ہدف بنانے کے حوالے سے کچھ تفصیلات جاننے کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہمارا اصل دشمن اسرائیل اور یہودی ہیں۔ وہ امریکہ، یورپ اور بھارت کو ہمارے خلاف استعمال کریں گے۔ یہ سب اُس کے ٹولز ہیں۔ اسرائیل نہ صرف گریٹر اسرائیل کے قیام کا خواہش مند ہے بلکہ عالمی حکومت قائم کر کے اُس کی باگ ڈور مکمل طور پر اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہے۔ عرب اُس کے سامنے سربسجود ہو چکے ہیں۔ چین اور روس اسرائیل کو اپنے لیے کوئی بڑا مسئلہ نہیں سمجھتے اور اسرائیل اُن کو اپنے لیے مسئلہ نہیں سمجھتا سوائے اِس کے کہیں دُنیوی مفادات پر کوئی بڑا ٹکراؤ سامنے آ جائے۔ ایٹمی اسلامی پاکستان اصل میں کباب میں ہڈی ہے۔ لہٰذا اندرونی اور بیرونی طور پر پاکستان کو قابو یا برباد کرنے کی اسرائیلی کوشش بڑا زور پکڑ چکی ہے۔ ایک طرف امریکہ اور بھارت کے درمیان Beca معاہدہ جو Basic exchange and cooperation agreement کا مخفف ہے، کروایا گیا تاکہ بھارت امریکہ کی مدد سے پاکستان کو نمٹ سکے۔ علاوہ ازیں اگر چین پاکستان کی مدد کو پہنچے تو اسی معاہدے کے تحت امریکہ چین کو روکنے کے لیے بھارت کی بھرپور مدد کرے۔ پاکستان کو بھی ان تمام اسلام دشمن قوتوں سے لڑنے کے لیے کھل کر تیاری کرنا چاہیے اور امریکہ دشمن قوتوں سے چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں، اُن سے وقتی طور پر رابطے، تعاون اور دفاعی معاہدے کرنا چاہیے تاکہ اسرائیل اور اُس کے حواریوں سے نمٹا جا سکے اور اُنھیں منہ توڑ جواب دیا جا سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا جس طرح گلوبل ویلج کی صورت اختیار کر چکی ہے اب دو ملکوں کے درمیان جنگ اُن تک ہی محدود نہیں رہے گی بلکہ عالمی جنگ کی صورت اختیار کرے گی۔ علاوہ ازیں اندرونی سطح پر ملک میں شام جیسے حالات پیدا کیے جا رہے ہیں۔ ہماری اسٹیبلشمنٹ نے بعض متکبرانہ بلکہ احمقانہ اقدام کر کے اندرون ملک معاملات کو بگاڑا ہے، لیکن اس پر بعض سیاسی جماعتوں کی فوج کے خلاف باقاعدہ مہم چلانا اور اُسے کمزور کرنے کی کوشش کرنا ملک کی جڑوں پر کلہاڑا چلانے کے مترادف ہے۔ یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ فوج نے بہرحال پاکستان کو شام اور لیبیا بننے سے بچایا ہے وگرنہ دشمنوں نے اِس حوالے سے بھرپور اور جان توڑ کوشش کی ہے۔

اللہ تعالیٰ افواجِ پاکستان کو بھی ہدایت دے کہ وہ اپنے کام سے کام رکھے اور فوج کے خلاف مہم چلانے والوں کو بھی جاننا چاہیے کہ یہ مضبوط دیوار گر گئی تو دشمن سب سے بطور پاکستانی دشمنی لے گا۔ وہ پرو اسٹیبلشمنٹ اور اینٹی اسٹیبلشمنٹ کے چکر میں نہیں پڑے گا۔ سب کی جان، مال اور عزت کا تیا پانچہ کر دے گا اور بلا امتیاز سب کو اپنے پاؤں تلے روندے گا۔ پھر پچھتانا بے کار ہو گا۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ فوج کو کمزور کرنے کے باوجود بھارت موقع سے فائدہ نہیں اُٹھائے گا اور کوئی جارحانہ اقدام نہیں کرے گا یا کسی جارحانہ اقدام کے نتیجہ میں مداخلت کر کے پاکستان کے اینٹی اسٹیبلشمنٹ لوگوں سے خصوصی اور امتیازی سلوک کرے گا تو اُس کی عقل اور سوچ کا ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔

فریقین یعنی فوج اور سیاست دانوں کو ماضی کو بھلا کر مثبت انداز میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔ فوج کو بھی یہ سمجھنا چاہیے کہ عوام اور عوامی نمائندوں سے مثبت اور مستحکم تعلق قائم کیے بغیر ملک کا دفاع کرنا ممکن نہیں ہے۔ سیاست دان آپس کے لڑائی جھگڑوں میں فوج کو ملوث نہ کریں۔ کوئی فریق ماضی کی طرح سیاسی حریف کو پچھاڑنے کے لیے فوج کو آواز دے اور نہ فوج ملکی سلامتی اور بیرونی خطرات سے نمٹنے کے علاوہ کوئی اور کام کرے اور نہ ہی داخلی سطح پر کوئی دخل اندازی کرے۔ عدالتوں کو مکمل طور پر آزادی سے کام کرنے دیا جائے، نہ حکومت عدلیہ پر انتظامی دباؤ ڈالے اور نہ اپوزیشن اُن کا عوامی جلسوں میں منفی انداز میں ذکر کرے۔ اگر اِس ساری بات کو ایک جملے میں سمیٹ لیا جائے تو وہ کفایت کرے گا (اور بہترین حل یہ ہوگا کہ) آیئے، مسلمان بن جائیں، آیئے پاکستان کو حقیقی مسلمان ریاست بنائیں۔

تقویٰ اور اس کا انعام

(سورہ طور کی آیات 17 تا 20 کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے 16 اکتوبر 2020ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

گزشتہ جمعہ سے ہم سورۃ الطور کا مطالعہ شروع کر چکے ہیں۔ قرآن حکیم کی آخری منزل کا مرکزی موضوع فکر آخرت ہے۔ آخرت کا عقیدہ جتنا پختہ ہوگا اتنا ہی انسان کا عمل درست ہوتا چلا جائے گا۔ قرآن حکیم کا یہ اسلوب ہے کہ انذار اور تبشیر دونوں پہلوؤں کو ساتھ ساتھ بیان فرماتا ہے۔ انذار کا مطلب اللہ رب العالمین کے عذاب سے ڈرانا اور تبشیر کا مطلب بشارت دینا ہے۔ جو لوگ نبی اکرم ﷺ کی دعوت کو رد کریں، کفر پر اڑے رہیں، حق کے راستے سے منہ موڑ لیں ان کے لیے جہنم کے عذاب کا ڈراوا ہے اور وہ لوگ جو پیغمبر ﷺ کی دعوت کو قبول کریں اور اس دعوت کے تقاضوں پر عمل کریں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کی بشارت ہے۔ یہ قرآن کا مستقل اسلوب ہے۔ گزشتہ نشست میں ہم نے جو مطالعہ کیا تھا اس میں مجرمین، اہل جہنم کے بیان میں انذار کا پہلو نمایاں تھا۔ آج جو کلام آ رہا ہے اس میں متقین اور اہل جنت کا ذکر ہے اور اہل جنت کے لیے جو نعمتیں ہوں گی ان کا تذکرہ آئے گا۔ اس دعا کے ساتھ مطالعہ شروع کرتے ہیں کہ ((اللھم انا نسئلك جنة الفردوس)) ''اے اللہ! ہم تجھ سے جنت الفردوس کا سوال کرتے ہیں۔''

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿١٧﴾﴾ ''یقیناً متقی لوگ باغات میں اور نعمتوں میں ہوں گے۔'' (الطور:17)

جنت کے باغات اور وہاں کی نعمتیں ان کے لیے ہوں گی جو متقین ہیں۔ تقویٰ کا ذکر بار بار قرآن حکیم میں آتا ہے اور اس کی تلقین تمام پیغمبروں کی دعوت کا مستقل حصہ رہی ہے۔ پیغمبروں کی دعوت کے چند بنیادی اصول یا نکات رہے ہیں۔ مثلاً حضرت ھود علیہ السلام کے حوالے سے فرمایا:

﴿قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''آپؑ نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو، تمہارا کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا۔'' (ھود:50)

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت یہ تھی:

﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿٣﴾﴾ ''کہ تم لوگ اللہ کی بندگی کرو، اُس کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔'' (نوح:3)

یہی انداز ہمیں سورۃ الاعراف میں کئی مرتبہ حضور ﷺ کے حوالے سے بھی ملتا ہے اور یہی تمام پیغمبروں کی بنیادی دعوت رہی ہے۔ تقویٰ کا لغوی مفہوم ہے: بچنا۔ اس کا شرعی اور دینی مفہوم ہے اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا۔ جیسے باطن میں کفر ہو، شرک ہو، نفاق ہو، غلط عقیدے ہوں تو ان ساری گندگیوں سے اپنے آپ کو پاک کرنا۔ اسی طرح ظاہر میں جھوٹ ہے، وعدہ خلافی ہے، خیانت ہے، ملاوٹ ہے، مال حرام ہے، بے حیائی ہے، فرائض کو ضائع کر دینا ہے، واجبات کو ترک کر دینا ہے، حرام کا ارتکاب کر لینا ہے، معصیت اور نافرمانی کے کام ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام کی خلاف ورزی والا رویہ ہے ان سارے گناہوں سے اپنے آپ کو بچانا تقویٰ ہے۔ تقویٰ کی ایک انتہائی جامع تعریف حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منسوب روایت میں ملتی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ کیا تم کبھی کسی خاردار راستے پر چلے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیسے سفر کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنا دامن سمیٹ کر بچتے بچاتے ہوئے گزرا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہی تقویٰ ہے۔

مرتب: ابو ابراھیم

ہم اس دنیا میں زندگی گزار رہے ہیں جہاں کہیں نماز کو ضائع کر دینے والا کانٹا ہوگا، کہیں زکوٰۃ میں ڈنڈی مارنے والا کانٹا ہوگا، کہیں مال حرام کا لقمہ اپنے اور اپنی اولاد کے پیٹ میں ڈالنے والا کانٹا ہوگا، کہیں بے حیائی، فحاشی اور عریانی کا کانٹا ہوگا، کہیں جھوٹ، خیانت، ملاوٹ، ظلم و ستم، کسی کا مال و جائیداد ہڑپ کر جانے، اپنے اختیار کا غلط استعمال کر لینے والے کانٹے ہوں گے۔ ان سارے کانٹوں سے اپنے آپ کو بچانا ہے اور بچتے بچتے بس اپنے رب کی طرف لوٹ جانا ہے۔ یہی تقویٰ ہے اور یہ پوری زندگی کا تقاضا ہے۔ سورۃ آل عمران میں فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٢﴾﴾ ''اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنا کہ اُس کے تقویٰ کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آنے پائے مگر فرمانبرداری کی حالت میں۔'' (آل عمران:102)

یہ آیت مبارکہ نبی مکرم ﷺ نکاح کے موقع پر اور اکثر خطبات میں تلاوت فرماتے تھے۔ جنت کوئی فری میں ملنے والی شے نہیں ہے۔ اپنی دنیا بنانے میں ہم سارا

وقت کھپاتے ہیں اور انتھک محنت کرتے ہیں پھر بھی ہم سمجھتے ہیں کہ اہداف حاصل نہیں کر پا رہے۔ دنیا تو چند دن کی ہے۔ کیا جنت کی لامحدود زندگی اتنی آسانی سے مل جائے گی؟ اللہ کی جنت بڑی مہنگی ہے۔ اس سودے پر پورا اُترنے کے لیے جان و مال کھپانا پڑے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''یقیناً اللہ نے خرید لی ہیں اہلِ ایمان سے ان کی جانیں بھی اور ان کے مال بھی اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔ وہ جنگ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں' پھر قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں۔'' (التوبہ:111)

جان اس کی تعلیم کے مطابق لگاؤ اور مال اس کی ہدایات کے مطابق لگاؤ۔ اللہ کی اطاعت اور پیغمبرﷺ کی اطاعت میں پوری زندگی کھپا دو۔ یہ پوری زندگی کا سودا ہے۔

یہ شہادت گہہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

چند ہزار کی تنخواہ جان کھپائے بغیر نہیں ملتی۔ امتحان میں سو میں سے ستر اسی مارکس بغیر محنت کے نہیں ملتے تو کیا اللہ کی جنت گھر بیٹھے ملے گی؟ نہیں! اس کے لیے مسلسل محنت کرنا ہوگی اور اس محنت کا جامع ترین عنوان قرآن میں تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں متقین میں شامل فرمائے۔ آمین!

اب آگے نعمتوں کا بیان ہو رہا ہے۔ سیرت النبیﷺ کا مطالعہ کریں تو مکی دور میں صحابہ کرامؓ پر تشدد ہو رہا تھا، حضرت بلالؓ، حضرت خباب بن الارتؓ پر تشدد ہوا۔ حضرت سمیہ اور یاسر رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا گیا۔ اللہ کے نبیﷺ ان کو جنت کی بشارت دے رہے تھے۔

آج ہمارے ساتھ بھی حق کے راستے پر کہیں کوئی مشکلات، مصائب، تکالیف اور پریشانیاں آتی ہیں تو ہمارے لیے سب سے بڑی ترغیب و تشویق اس کتاب میں موجود ہے۔ فرمایا:

﴿فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝﴾ ''وہ مزے کر رہے ہوں گے ان نعمتوں کے ساتھ جو ان کے رب نے انہیں عطا کی ہوں گی۔ اور بچا لے گا انہیں ان کا ربّ جہنم کے عذاب سے۔'' (الطور)

دنیا میں آسائشیں اور نعمتیں حاصل کرنے کے لیے محنت اور بھاگ دوڑ کرنا پڑتی ہے لیکن جنت میں جنتی بغیر محنت اور خرچ کے کھائیں گے، پئیں گے، عیش کریں گے۔

پھر سب سے بڑی کامیابی یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لیا ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ہر ذی نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ تو قیامت ہی کے دن دیا جائے گا۔ تو جو کوئی بچا لیا گیا جہنم سے اور داخل کر دیا گیا جنت میں تو وہ کامیاب ہو گیا۔'' (آل عمران:185)

اس دنیا میں ہم جہنم سے بچنے کی دعا بھی کرتے رہیں۔ اللہ کے رسول، خاتم الانبیاءﷺ صبح و شام دعا کر رہے ہیں: ((اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ)) (مسند احمد)

'' اے میرے اللہ! مجھے جہنم کے عذاب سے بچا لے''

آپﷺ اگر اتنی دعائیں کرتے تھے تو مجھے اور آپ کو کتنی ضرورت ہوگی؟ جہنم سے بچا لیا جانا یہ اپنی جگہ بڑی نعمت ہے اور جنت میں داخلہ بہت بڑی عظیم نعمت ہے۔ اسی لیے جنت والے جب جنت میں پہنچیں گے تو وہاں اللہ کے شکر کا ترانہ یوں کہیں گے:

''اور وہ کہیں گے کل شکر اور کل تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچا دیا' اور ہم یہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے اگر اللہ ہی نے ہمیں نہ پہنچا دیا ہوتا۔ یقیناً ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے تھے۔'' (الاعراف:43)

سورۃ التکاثر میں ہم پڑھتے ہیں:

﴿لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝﴾ ''تم جہنم کو دیکھ کر رہو گے۔'' (آیت:6)

ایک جگہ قرآن کہتا ہے؛

''اور تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو اس پر وارد نہ ہو۔ یہ آپ کے رب کا حتمی فیصلہ ہے۔ پھر ہم بچا لیں گے انہیں جنہوں نے تقویٰ کی روش اختیار کی تھی اور چھوڑ دیں گے

پریس ریلیز 6 نومبر 2020ء

صدارتی انتخابات نے امریکی نظام کا کھوکھلا پن واضح کر دیا

شجاع الدین شیخ

صدارتی انتخابات نے امریکی نظام کا کھوکھلا پن واضح کر دیا۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا امریکہ میں حالیہ انتخابات کا تماشا لگنے سے مغرب کے نام نہاد جمہوری نظام کو تہذیب و تمدن کا معراج کہنے والوں کو آج بدترین شرمندگی کا سامنا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ انسانوں کے بنائے ہوئے تمام نظام اور طرز ہائے حکومت بُری طرح ناکام ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ یہ نظام اور طرزِ حکومت درحقیقت نام نہاد ''اشرافیہ'' کو تحفظ دینے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کا جمہوری طرزِ حکومت استحصالی اور انسان دشمن سرمایہ دارانہ نظام پر پردہ ڈالنے کی ایک سوچی سمجھی سازش ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ دنیا کو اگر امن کا گہوارہ اور جنت نظیر بنانا ہے تو وہ نظام لانا ہوگا جو اِس دنیا کے خالق نے اپنے آخری رسولﷺ کو دے کر اس دنیا میں بھیجا۔ عدل و قسط پر مبنی یہ نظام محض ایک نظریہ ہی نہ تھا بلکہ خود حضورﷺ اور بعد ازاں خلفائے راشدینؓ نے اِسے عملی طور پر نافذ کر کے ایک ایسا مثالی معاشرہ قائم کیا جس میں انسانوں کے درمیان اُخوت و محبت پیدا ہوئی اور اُن کے درمیان اونچ نیچ ختم ہوگئی۔ یہ نظام جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے اس میں عورت و مرد، آجر و اجیر اور حاکم و عوام سب کو مساوی طور پر مستفید ہونے کے مواقع میسر ہوتے ہیں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

ظالموں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے۔''

(مریم:71)

پل صراط جہنم کے اوپر سے گزرے گا، اس کے نیچے جہنم ہے، جنتی دیکھتا ہوا جارہا ہوگا کہ کس ہولناکی سے اللہ نے بچایا۔ پھر جب اللہ کے فضل سے جنت میں داخل ہوگا تو روئے روئے سے شکرادا ہورہا ہوگا۔ آگے فرمایا:

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا﴾ ''اور کھاؤ پیو رچتا پچتا۔'' (الطور)

دنیا محنت کا مقام ہے، مشقت جھیلنے کا مقام ہے، اپنے آپ کو کھپانے کا مقام ہے۔ لیکن جنت آرام اور لذتوں کا مقام ہے۔ دنیا کی لذت اصل لذت نہیں، بہترین سے بہترین کھانا آپ کھالیں، اگر زیادہ کھالیا تو اس کے بعد ہسپتال جانا پڑے گا، جنت میں ایسا نہیں ہوگا۔

پھر رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا مفہوم ہے کہ جنت میں واش روم وغیرہ کے مسائل نہیں ہوں گے۔ بندہ کھائے گا تو ڈکار بھی خوشبو بھری ہوگی۔ نہ کمانے کا مسئلہ ہے، نہ مارکیٹ سے اٹھ جانے کا مسئلہ ہے۔ نہ سیزن کا مسئلہ ہے کہ فلاں پھل فلاں سیزن میں ملے گا۔ سورۃ حم السجدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور تمہارے لیے اس (جنت) میں وہ سب کچھ ہوگا جو تمہارے جی چاہیں گے اور تمہارے لیے اس میں وہ سب کچھ بھی ہوگا جو تم مانگو گے۔'' (آیت:31)

اللہ کو پتا ہے کہ بندوں کی حاجت کیا ہے لہٰذا ہر ایک کے ذوق، پسند اور فرمائش کی چیزیں جنت میں موجود ہوں گی۔ لیکن یہ آخرت کے لیے ہے دنیا کے لیے نہیں۔ دنیا کا معاملہ ایسا ہے کہ

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے !

بندہ قبر میں چلا جاتا ہے لیکن اس کی خواہشات پوری نہیں ہوتیں۔ دنیا میں انسان کی تمام خواہشات پوری ہو ہی نہیں سکتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو عمل کے لیے بنایا ہے، جزا کے لیے صرف آخرت کو بنایا ہے۔ لیکن جنت میں داخلہ اللہ کے فضل کے بغیر ممکن نہیں ہوگا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:''تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کی بنیاد پر جنت میں داخل نہ ہوگا۔ کسی صحابیؓ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ بھی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میں بھی جنت میں داخل نہ ہوں گا جب تک کہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت میرے شامل حال نہ ہو۔''

اب کسی دوسرے کی کیا اوقات ہے؟ لہٰذا بندہ یہی مانگے کہ اللہ اپنے فضل سے جنت عطا فرمادے، اپنی رحمت سے جنت عطا فرمادے۔ یہ بندے کی اوقات ہے اور یہی بندے کو زیب دیتا ہے۔ لیکن اللہ بے نیاز ہے وہ جو چاہے سو کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وہ جو ارادہ کرلے کر گزرنے والا ہے۔'' (البروج:16)

''وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے جواب دہی نہیں ہوسکتی اور ان سب کی جواب دہی ہوگی۔'' (الانبیاء:23)

اللہ جو چاہے سو کرے یہ اس کی شان ہے لیکن اللہ قرآن میں کہتا ہے:

﴿بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''یہ اُن اعمال کا صلہ ہے جو تم کرتے رہے ہو۔'' (الطور:19)

یہ رب کی شان ہے کہ وہ کہہ سکتا ہے: جا تجھے جنت عطا فرمائی تمہارے اعمال کے بدلے۔ لیکن بندے کی اوقات یہ ہے کہ وہ کہے گا: مالک تیرا فضل، تیرا کرم، تیری عطا، تیری رحمت کے بغیر میں جنت میں نہیں جاسکتا۔ جنت میں پہنچے گا تو کہے گا:''کل شکر اور کل تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچادیا' اور ہم یہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے اگر اللہ ہی نے ہمیں نہ پہنچادیا ہوتا۔''

اب آگے جنت اور اس کے نظارے اللہ نے بیان فرمائے ہیں:

﴿مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ﴾ ''وہ تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے ان تختوں پر جو برابر بچھے ہوں گے صف در صف۔'' (الطور)

اب یہ ہماری مجبوری ہے کہ ہم جن چیزوں سے واقف ہیں اللہ انہی چیزوں کی مثال دے کر ہمیں سمجھاتا ہے۔ ایک عام آدمی کے گھر تخت کا ہونا اور بات ہے، کسی بادشاہ کے تخت کی اور بات ہے لیکن جنتی کے تخت کی شان کچھ اور ہوگی۔ سورۃ الدھر میں فرمایا: اللہ ہر ہر جنتی کو بادشاہت عطا کرے گا، ہر ہر جنتی کا اپنا تخت ہوگا۔ لیکن ہم اس تخت کو تصور میں نہیں لاسکتے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے جنت میں وہ کچھ تیار کیا ہے جو نہ کسی آنکھ نے کبھی دیکھا، نہ کسی کان نے کبھی سنا اور نہ کسی کے دل میں خیال بھی اس کا کبھی آیا۔'' دنیا کی اس زندگی میں جنت اور اس کی نعمتوں کا تصور کرنا ممکن نہیں۔ لیکن اللہ ایسی مثالیں دیتا ہے تاکہ بندے کے دل میں جنت کے حصول کا شوق پیدا ہو کہ میرے رب نے میرے لیے کیا کچھ تیار کیا ہے۔

آگے فرمایا:

﴿وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ﴾ ''اور انہیں ہم بیاہ دیں گے بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کے ساتھ۔''

یہاں جنت کی ایک اور نعمت کا ذکر ہے۔ اللہ نے جنتی عورتوں کا بالخصوص ذکر کیا ہے۔ بحور عین میں رنگت کی طرف اشارہ ہے، گورے پن کی طرف اشارہ ہے۔ لفظ عین بڑی اور خوبصورت آنکھوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ہم کئی سورتوں میں پڑھ کر آئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں بھی تفصیل سے ذکر موجود ہے کہ اللہ نے عورت میں مرد کے لیے کشش رکھی ہے اور جنت میں اللہ جنتی مردوں کی اس خواہش کا لحاظ رکھے گا۔

احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ دنیا میں شوہر اور بیوی دونوں نیک ہوں تو جنت میں اللہ انہیں دوبارہ ملا دے گا۔ حوریں اس کے علاوہ عطا ہوں گی۔ البتہ نیک عورت کو صرف اس کا نیک خاوند ملے گا۔ حضرت اُم سلمہؓ نے روایت میں نقل کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جو عورت دنیا میں نیک ہے اس کو ان حوروں کا سردار بنایا جائے گا جو نیک شوہر کو عطا ہوں گی۔ جنت کی حور کو اللہ تعالیٰ الگ اٹھان سے پیدا کرے گا۔ یہ خاص مخلوق ہے جو اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں اس کا ایک بال دنیا میں لٹکا دیا جائے تو ساری دنیا میں خوشبو ہو جائے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ اس حور کی اوڑھنی دنیا میں جو کچھ ہے اس سے زیادہ قیمتی ہوگی۔ اگر اس کی پنڈلی سات پردوں میں بھی دنیا میں ظاہر ہو جائے تو ساری دنیا روشن ہو جائے۔ اس کا چہرہ کتنا روشن ہوگا؟ اللہ اکبر کبیراً۔ اللہ کے رسول ﷺ نے تفصیلاً ان باتوں کو بیان فرمایا اور یاد رکھیے کہ جب میرے اور آپ کے رب نے ایک بات بیان فرمادی اور اس کے رسول ﷺ نے وضاحت فرمادی تو اس کے بیان کرنے میں کوئی جھجک نہیں۔ شرم تو ان ظالموں کو آنی چاہیے جنہوں نے بے حیائی، فحاشی اور عریانی پھیلا کر دنیا کو گندگی کا ڈھیر بنا دیا ہے۔ ایمان والے کو رب کی بات بیان کرنے میں اور رسول اللہ ﷺ کی بات بیان کرنے میں اگر جھجک ہو رہی ہے تو وہ اپنے ایمان کا جائزہ لینے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے اور جنت کے حصول کے لیے تقویٰ کی روش پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❁❁❁

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

1

ارمغانِ حجاز

(سفرِحجاز کے لیے یادداشتیں)

ارمغانِ حجاز کلامِ اقبال پر مشتمل ایسی کتاب ہے جس کا ایک حصہ اُردو زبان میں ہے اور دوسرا حصہ فارسی زبان میں ہے۔ یہ کتاب علامہ اقبال کے آخری سالوں کے تجربات، خیالات، اُمت مسلمہ کے مستقبل پر تبصرہ اور علامہ اقبال کی خود حجازِ مقدس (حرمین شریفین) یعنی حرم مکی وحرم مدنی میں حاضری کی خواہش کی آئینہ دار ہے کہ وہ خود اس کلام کو لے جا کر وہاں پڑھنا چاہتے تھے۔ اسی لیے ارمغانِ حجاز___ علامہ اقبال کی واحد کتاب ہے جو ان کی زندگی کے بعد شائع ہوئی۔ علامہ اقبال نے زندگی میں یورپ و برطانیہ کے چار یا پانچ سفر کیے اور یقیناً ان کا بحری جہاز ہر دفعہ بحیرۂ قلزم (RED SEA) سے گزر کر نہر سویز کے راستے برطانیہ جاتا ہوگا۔ بحیرۂ قلزم کی چوڑائی کم ہے اور اس سفر میں علامہ اقبال جدّہ، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے قرب وجوار سے گزرتے ہوں گے اور ان کا دل حرمین میں حاضری کو چاہتا ہوگا مگر بوجوہ ایسا نہ ہوسکا۔ علامہ اقبال مولانا محمد علی جوہر کی فلسطین میں تدفین کے بعد وہاں گئے تھے غالباً مصر بھی رُکے مگر اللہ کو یہی منظور تھا کہ وہ حرمِ مکی اور حرمِ مدنی میں حاضر ہوکر اپنی آنکھیں ٹھنڈی نہ کر سکے۔ اس کی بڑی وجہ 1910ء سے لے کر 1934ء تک کے حجاز کے سیاسی حالات کی غیریقینی صورتحال تھی جہاں برطانوی صہیونی استعمار ترکوں کے خلاف زبردست تزویراتی سازشوں میں مصروف تھا۔ حجاز کے بعد ریاض کے فتح ہونے پر جب موجودہ سعودی حکومت کا سعودی عرب پر مکمل سیاسی وعسکری کنٹرول ہوا تو وہاں امن واستحکام آیا۔ علامہ اقبال کو کعبۃ اللہ اور مدینہ منورہ میں حاضری سے محرومی کا شدید احساس تھا اور عمر کے آخری حصے میں اس کے شدید خواہش مند بھی تھے مگر اب صحت سفر کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ ارمغانِ حجاز کا فارسی حصہ اسی متوقع سفرِحجاز کی تیاری کے لیے شاعر کی بیاض (تازہ کلام کا تحفہ) ہے جو انہوں نے خود تیار کی تھی۔ اس کے عنوانات سے ہی شاعر کے دل کا سوز وگداز، جذباتی کیفیات اور اُمت مسلمہ کی کسمپرسی جھلک رہی ہے۔

1۔حضورِ حق، 2۔حضورِ رسالت مآب ﷺ، 3۔حضورِ ملت،
4۔حضورِ عالم انسانی، 5۔بہ یارانِ طریق۔

یہ کلام رباعیات یا دودو اشعار پر مشتمل ہے اور یوں لگتا ہے کہ شاعر سفرِحجاز میں ہے۔ فکر کی گہرائی اور عشق کی شدت ان قطعات کی خصوصیت ہے۔ اکثر جگہ لگتا ہے کہ شاعر حجاز جانے کے لیے بے تاب ہے۔

1916ء سے 1924ء تک کا دور ہنگامہ پرور اور ہنگامہ خیز دور ہے کہ انگریز تین صدیوں کی سازشوں کے بعد عظیم سلطنت عثمانیہ کو شکست دے کر ٹکڑے کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا جس میں غیروں کی ریشہ دوانیوں اور اقدامات سے بعض اپنوں (مسلمانوں) کے منافقانہ طرزِ عمل اور درپردہ (جنوبی ایشیا کی سیاست کی طرح) منحوس برطانوی سامراج سے ملے ہوئے ہونے کو زیادہ دخل ہے۔ 1917ء میں یہودیوں کو فلسطین میں آباد کرنے کے لیے بالفور ڈیکلریشن سامنے آیا اور پھر 1918ء میں جنگِ عظیم اوّل (WWI) کے خاتمے پر مصطفیٰ کمال اتاترک ترکی میں حکمران بن گیا اور خلافت کو محدود کردیا جو بالآخر مارچ 1924ء (28 رجب 1342ھ) میں سرے سے ABOLISH کر دی گئی۔ 1918ء کے بعد جنوبی ہند میں بحالیٔ خلافت کی زبردست تحریک چلی جس سے برطانوی اقتدار متزلزل ہوگیا۔ برطانوی اقتدار کے 'مبعوث' مشرقِ وسطیٰ میں جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے خلاف نفرت پیدا کر رہے تھے کہ ہم تو تمہیں عثمانی خلافت کی ناروا سختیوں اور بادشاہت (DICTATORSHIP) سے نجات دلانا چاہتے ہیں اور جنوبی ایشیا کے مسلمان تمہاری آزادی کے خلاف ہیں۔ اس پس منظر میں طویل عرصے جنوبی ایشیا کے عالمی شہرت یافتہ سپوت علامہ اقبال کا عالم عرب میں داخلہ 'ممنوع' رہا۔ ع 'بلبل' کو باغ میں جانے نہ دیجیو!

پھر علامہ اقبال کے کلام کا مؤثر ومعتبر حصہ فارسی میں ہونے سے بھی عرب دنیا ALLERGIC تھی اور برطانوی سامراج بھی۔ علامہ اقبال جیسا قادر الکلام شاعر، بیدار خودی کا مالک، عشقِ محمدی ﷺ میں ڈوبا ہوا اور جہاندیدہ شخص اگر دیارِ حرم میں چلا جاتا جب کہ 1926ء کے لگ بھگ سعودی خاندان نے مزارات اور جنۃ البقیع کا بڑا حصہ مسمار کردیا تھا اور گنبدِ خضراء کو گرانے سے دستِ قدرت نے روک دیا تھا___ تو اس کی دردانگیز شاعری کا کیا اثر ہوتا

ع یا اپنا گریباں چاک یا دامنِ یزداں چاک

کا نقشہ ہوتا۔

اس دور کے یہ حالات اور اس کے UNDER CURRENTS تھے جس کی بنا پر علامہ حجازِ مقدس جا نہیں سکے (بلکہ برطانوی حکومت نے جانے کی اجازت نہیں دی)۔

آخری عمر میں چونکہ علامہ اقبال کے ہاں مغربی صہیونی استعمار کے خلاف اسلام اور انسانیت کے خلاف سازشوں اور ابلیسی ہتھکنڈوں کی وجہ سے بےزاری بہت بڑھ گئی تھی لہٰذا ان قطعات میں یہ جذبہ بھی چھلک رہا ہے۔

امیر تنظیم اسلامی کا پیغام

رفقائے تنظیم اسلامی کے نام!

محترم رفقائے تنظیم اسلامی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہمیں سالانہ اجتماع کے حوالے سے انتظار تھا، رب کریم کی توفیق سے وہ ایام آیا چاہتے ہیں اور یقیناً آپ تک اطلاع پہنچ چکی ہوگی کہ محض رب کائنات کے فضل وکرم سے تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع 2020ء (20-21-22 نومبر 2020ء) مرکزی اجتماع گاہ بہاولپور میں منعقد ہوگا۔ان شاءاللہ! آج اسی کے تعلق سے آپ کے سامنے کچھ گزارشات رکھنی ہیں۔سورۃ التغابن کی آیت 16 جو ہمارے منتخب نصاب میں بھی شامل ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝١٦﴾

’’پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اپنی حدِ امکان تک' اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرو (اللہ کی راہ میں) یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔اور جو کوئی اپنے جی کے لالچ سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ ہوں گے فلاح پانے والے۔‘‘

رب کائنات نے اس آیت کریمہ میں چار تقاضے ہمارے سامنے رکھے:

1۔ تقویٰ

2۔ سمع وطاعت

3۔ انفاق فی سبیل اللہ

4۔ جی کے لالچ سے بچالیا جانا۔اللہ کا فضل

بچنا نہیں بلکہ بچالیا جانا۔چنانچہ اسی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع کرتے رہنا چاہیے۔اللہ رب العالمین کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پُرفتن دور میں مجھے اور ہم سب کو دین کا صحیح تصور عطا فرمایا۔دین کے جامع تصور کو ہم نے سمجھا، اپنے دینی فرائض کو ہم نے سمجھا۔یعنی

خود اللہ کا بندہ بننا

دوسروں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دینا

بندگی پر مبنی نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا

پھر ہم نے یہ بھی جانا کہ یہ کام اکیلے اکیلے ممکن نہیں، اس کے لیے جماعتی زندگی اختیار کرنا ضروری ہے اور جماعت بھی وہ ہو جو سمع وطاعت کے حوالے سے قائم کی گئی ہو جو منظم ہو اور اس کا ڈسپلن سننے اور اطاعت کرنے والا ہو۔اسی سمع وطاعت کے تقاضوں کی ادائیگی کے لیے ہم درج ذیل پروگراموں میں شرکت کرتے ہیں:

اسروں میں شرکت

ماہانہ تربیتی اجتماع میں شرکت

حلقہ جات قرآنی میں شرکت

سہ ماہی اجتماع میں شرکت

سالانہ اجتماع میں شرکت

سب سے پہلے ہم اللہ رب العالمین سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے لیے آسانی اور عافیت کا معاملہ فرمائے۔

ہم نے ظاہری اسباب کے تحت بھرپور تیاری کرنی ہے لیکن مسبب الاسباب سے دعا کرنی ہے کہ رب کائنات! تو ہی ہمارے لیے آسانی کا معاملہ فرما، عافیت کا معاملہ فرما۔ ہر اعتبار سے رفقائے تنظیم کا بہاولپور اجتماع گاہ پہنچنا بھی آسان فرما، اجتماع کا انعقاد بھی آسان فرما اور اے اللہ! ہم سب کو اپنی خاص نصرت اور تائید عطا فرما۔

ظاہری اسباب میں ہم نے بہت کچھ کام کرنے ہیں۔سب سے پہلے ہم نے تیاری کرنی ہے۔بعض رفقاء نے اپنے دفاتر یا اداروں سے چھٹیاں لینی ہیں۔اُمید ہے کہ انہوں نے اس کا اہتمام کرلیا ہوگا۔اسی طرح سفر کے اخراجات کا معاملہ، آمد و رفت کا معاملہ چاہے وہ بس کے ذریعے ہو یا ٹرین کے ذریعے یا ہوائی جہاز کے ذریعے ہو' اس کا بھی بروقت انتظام کرنا ہوگا۔ اسی طرح اپنے گھر اور زیر کفالت افراد کے حوالے سے معاملات کو سمیٹ لینا' یہ سب کچھ اسباب کے تحت کرنا ضروری ہے اور یہ

ہمارے بس میں ہے۔ جو ہمارے بس میں ہے وہ فوراً کیا جائے۔ آج کل ہم سمارٹ فون استعمال کر رہے ہیں تو اپنے پلانر کے اندر مارک تو کر لیا ہوگا کہ یہ ایام میں نے کہیں اور نہیں لگانے بلکہ یہ اللہ رب العالمین کی توفیق سے سالانہ اجتماع میں بسر کرنے ہیں۔ ان شاء اللہ!

اس سفر اور اجتماع کے دوران اللہ رب العالمین کے فضل و کرم سے ہمیں بے شمار نعمتیں میسر آئیں گی۔

سالانہ اجتماع کے فوائد

1۔ اپنے فکر کی آبیاری کا موقع میسر آتا ہے۔ جس فکر کی بنیاد پر ہم اس اجتماعیت میں شامل ہوئے ہیں اس کا پس منظر کیا ہے؟ آج ہم کس مقام پر کھڑے ہیں؟ منزل تک پہنچنے کی کیا تیاریاں ہیں' یہ جاننے کا موقع ملتا ہے۔

2۔ دوران سفر آمد و رفت ہوتی ہے، بہت کچھ تربیت کے مواقع میسر آتے ہیں۔ گھر کے آرام کو چھوڑتے ہیں، گھر کے نرم بستر کو چھوڑتے ہیں، سہولیات سے آراستہ ماحول کو چھوڑ دیتے ہیں، سفر میں بہرحال مشقت کا پہلو ہوا کرتا ہے' اس مشقت کو جھیلنے کے قابل ہوتے ہیں۔ ایثار و قربانی کے جذبات ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ایک دوسرے کے کام آنے کا پہلو بھی ہمارے سامنے آتا ہے، ایک دوسرے سے تعارف حاصل کرنے کا موقع میسر آتا ہے اور سفر کے دوران بہت ساری باتیں اور بھی اللہ کی توفیق سے سیکھنے کا موقع میسر آتا ہے

3۔ دوران اجتماع ہمیں اپنے اکابرین کو، سینئر ترین رفقاء کو سننے کا موقع میسر آتا ہے اور ایک بڑا پیارا گلدستہ ہوتا ہے جو دو ڈھائی دن میں ہمارے سامنے سجا ہوتا ہے۔ تنظیمی فکر، تنظیم کے طریقہ کار کو اپنے بزرگ اور سینئر رفقاء کی زبان سے ہمیں سیکھنے اور سمجھنے کا موقع میسر آتا ہے۔

4۔ اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ ملاقات بلکہ ان کے دیدار کا موقع میسر آتا ہے۔ اس وقت تنظیم کی امارت میرے کاندھوں پر ہے لیکن میں تو اس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ میں اپنے بھائیوں اور رفقاء کا دیدار کروں گا۔ ان کے پیارے چہروں کو دیکھوں گا، مجھے ان سے ملاقات کا موقع میسر آئے گا۔ پھر اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

''میرے لیے آپس میں محبت کرنے والوں، ایک دوسرے کے ساتھ مل بیٹھنے والوں، اور ایک دوسرے کو جا کر ملنے والوں، اور (ایک دوسرے کی خیر کے لیے) اپنی توتیں صرف کرنے والوں کے لیے میری محبت واجب ہوگئی۔''

ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت واجب ہو جاتی ہے، اور ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی رحمت آجاتی ہے کہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ تو جن سے اللہ کی خاطر محبت ہو وہ شمال، جنوب، مشرق، مغرب سے آرہے ہوں، اکثر رفقاء پاکستان سے، کچھ بیرون پاکستان سے بھی آتے ہیں جن کو ہم بہرحال پورا سال نہیں دیکھ پاتے، ان کو دیکھنے، ان سے ملاقات کرنے، ان کے تجربات سے سیکھنے کا ہمیں موقع میسر آتا ہے۔

قرآن حکیم میں بار بار جان و مال سے جہاد کا ذکر آتا ہے، پھر اسی راستے کا اعلیٰ ترین درجہ قتال فی سبیل اللہ اور شہادت ہے۔ ((اللھم الشھادۃ فی سبیلك))

''اے اللہ! اپنی راہ میں شہادت کا رتبہ ہم سب کو عطا فرما۔'' لیکن جان کھپانے سے مراد گھر بار کا آرام چھوڑنا، اپنے کاروبار، اپنی نوکری اور دیگر امور کو چھوڑنا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے اس کو وقف کرنا، اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا خواہ وہ سفر کی آمد و رفت کے اخراجات ہوں یا اجتماع کے اخراجات ہوں جن میں آپ کا انفاق شامل ہو' یہ سب جان و مال کا اللہ کی راہ میں کھپایا جانا ہے اور یہ سارے فوائد سالانہ اجتماع کے ذریعے ہمیں میسر آتے ہیں۔

5۔ علم میں اضافہ: سالانہ اجتماع کے موقع پر آیات قرآنی، آحادیث مبارکہ اور فکر کے حوالے سے بہت ساری جہتیں اور بہت سارے نئے پہلو ہم پر واضح ہوتے ہیں جس سے ہمارے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔

6۔ اس اجتماع سے نبی کریم ﷺ کی بہت ساری مبارک سنتوں پر عمل کا موقع بھی میسر آتا ہے۔ یقیناً ہمارے معمولات میں وہ سنتیں شامل ہیں جن پر ہم عمل درآمد کرتے ہیں لیکن ایک ماحول ہوتا ہے جہاں ہم سیکھتے ہیں یاددہانی ہو جاتی ہے اور عمل کرنے کے حوالے سے ہمیں ترغیب و تشویق ملتی ہے۔

7۔ پھر باہم ایک دوسرے کے ساتھ تعارف کا موقع ملتا ہے۔ یعنی کراچی والے لاہور والوں سے بات کر رہے ہوں، لاہور والے پشاور والوں سے بات چیت کر رہے ہوں۔ اسی طرح سے ایک دوسرے کے تجربات سے ہمیں سیکھنے کا بہت کچھ موقع میسر آتا ہے۔

8۔ ایک ریکارڈنگ کے دوران میں ہمارے ایک سینئر رفیق نے بہت اچھی بات کہی تھی کہ سالانہ اجتماع میں تحریکی بھائیوں سے ملاقات اور میل ملاپ سے عید کا سا سماں پیدا ہو جاتا ہے۔

سمع و طاعت کا مظاہرہ: اسی پروگرام میں محترم ڈاکٹر عبدالسمیع نے بہت خوبصورت بات کہی تھی کہ سالانہ اجتماع میں ہمیں سمع و طاعت کے تقاضوں پر عمل کرنے اور ایک ڈسپلن کا مظاہرہ کرنے کا موقع میسر آتا ہے جس کی گواہی رفقائے تنظیم کے علاوہ، تنظیم اسلامی کے باہر سے بھی سامنے آتی ہے۔

کیا اچھا ہو کہ ان فوائد کو بھی سامنے رکھیں اور بھرپور تیاری کریں، میں آپ کا منتظر رہوں گا۔ ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہم سب کے لیے آسانی کا معاملہ فرمائے' انعقاد تک بھی اور وہاں سے واپسی تک بھی۔ اللہ اپنی خاص نصرت اور تائید ہم سب کو عطا فرمائے۔

والسلام

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

فرانسیسی صدر کی بدتہذیبی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مغرب کا کس قدر کروہ چہرہ ہمارے سامنے آرہا ہے: شجاع الدین شیخ

تمام دنیا کے مسلمان مل کر یورپ کی معاشی شہ رگ پر پاؤں رکھ دیں تو پھر تمام معاملات ٹھیک ہو جائیں گے: ایوب بیگ مرزا

مغرب کے گستاخانہ رویے پر صرف مذمت کافی نہیں بلکہ اب سنجیدہ قسم کے ایکشن لینے کی ضرورت ہے: ڈاکٹر فرید احمد پراچہ

تمام مسلم ممالک مل کر ایک حکمت عملی طے کرلیں کہ آئندہ اگر کوئی ملک ناموس رسالت پر حملہ آور ہوگا تو اس کے ساتھ کیا کیا جائے: رضاء الحق

فرانس میں توہین رسالت اور ردعمل کے موضوعات پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: فرانس میں نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخانہ خاکے شائع ہوئے ہیں اس پر آپ کیا ردعمل دیں گے؟

شجاع الدین شیخ: فرانس کے صدر کا اسلاموفوبیا میں مبتلا ہو کر اسلام دشمنی کا اظہار کرنا اور نبی مکرم ﷺ کی شان اقدس میں سرکاری سطح پر گستاخی کا اظہار کرنا اس کی بدتہذیبی اور بدترین ذہنی کیفیت کا عکاس ہے۔ اس نے جو کچھ کیا وہ بہت بڑی دہشت گردی ہے جو پونے دو ارب مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کے مترادف ہے۔ اصل میں ان لوگوں کو اسلام کے عادلانہ نظام سے دشمنی ہے جو بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر رب کی غلامی میں لے کر آتا ہے، اس سے ان عالمی دہشت گردوں اور ظالموں کو خوف ہے۔ چنانچہ یہ مسلمانوں کے دل سے روح محمد ﷺ نکال لینا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو عادلانہ نظام محمد ﷺ لے کر آئے ہیں وہ کہیں لوگوں پر آشکارانہ ہو جائے اور مغرب کے استحصالی نظام کا خاتمہ نہ ہو جائے۔ مزید برآں کس قدر ظلم وستم کا معاملہ کیا گیا کہ ایک گستاخ رسول جسے جہنم واصل کیا گیا تھا اس کو فرانس کے صدر نے ملک کا اعلیٰ ترین سویلین ایوارڈ دیا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مغرب کا کس قدر مکروہ چہرہ ہمارے سامنے آرہا ہے۔

سوال: توہین رسالت کے مرتکبین کے خلاف ہمارا ردعمل کیا ہونا چاہیے؟

شجاع الدین شیخ: جہاں تک ہم مسلمانوں کے ردعمل کا تعلق ہے تو پہلی سطح انفرادی سطح ہے۔ انفرادی سطح پر اللہ کے رسول ﷺ سے محبت، عقیدت، ان پر ایمان، ان کی اطاعت اور ان کی اتباع تو ایک مسلمان کے حضور ﷺ سے تعلق کے مستقل تقاضے ہیں۔ البتہ جب آپ ﷺ کی گستاخی کا معاملہ پیش آئے تو جس سطح پر ممکن ہو ہمیں اپنا احتجاج بلند کرنا چاہیے۔ رسالت مآب ﷺ کے دور میں صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کے گستاخوں کو قتل بھی کیا۔ جہاں تک اجتماعی طور پر ردعمل کا معاملہ ہے تو مسلم ممالک میں مسلمانوں کے احتجاج کے جو معروف طریقے ہیں ان کو اختیار کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ گستاخی کا عمل بہت بڑا منکر ہے جس کے خلاف آواز بلند کرنا ہر صاحب ایمان کے لیے لازم ہے۔ وہ احتجاج پرامن مظاہروں اور میڈیا کے ذریعے ہوسکتا ہے۔ مسلم ممالک کے حکمرانوں کو سفارتی سطح پر احتجاج کرنا چاہیے اور اگر انہوں نے احتجاج کیا تو ہمیں ان کی تحسین کرنی چاہیے۔ کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ ''اور گناہ اور ظلم وزیادتی کے کاموں میں تعاون مت کرو''

(المائدہ: 2)

اگر حکمران کچھ نہیں کر رہے ہیں تو ان کو غیرت دلائی جائے کہ تم اپنی آواز کو بلند کرو۔ کیونکہ جو ریاست کے حکمران ہوتے ہیں ان کے پاس جو قوت ہوتی ہے وہ عوام الناس کے پاس نہیں ہوا کرتی۔ پھر مسلم ممالک کو یک زبان ہو کر احتجاج بلند کرنا چاہیے اور اس کے بہت سارے طریقے ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ فرانس کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے، جو لوگ دنیا پرست اور مال کے پجاری ہیں ان کے معاشی مفادات پر جب ضرب پڑے گی تو ان کو دن میں تارے نظر آئیں گے۔ ڈنمارک کے حکمرانوں نے جب ایسی حرکت کی تھی تو سعودی حکومت نے یہ اقدام اٹھایا تھا جس کے بعد ڈنمارک کے وزیر خارجہ کو معافی مانگنا پڑی تھی۔ اسی طرح سفارتی تعلقات کو منقطع کیا جائے، فرانس کے سفیروں کو واپس کیا جائے اور اپنے سفیروں کو واپس بلایا جائے۔ کیونکہ یہ نبی مکرم ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے۔ اسی طرح تجارتی تعلقات کو منقطع کیا جائے تاکہ ان پر معاشی پریشر بڑھایا جائے۔ اسی طرح کسی ملک کے خلاف ایئر سپیس بند کرنا بہت بڑا اقدام ہوتا ہے لہٰذا فرانس کے لیے ایئر سپیس بند کیے جائیں۔ پھر اعلیٰ ترین سطح پر کرنے کا جو کام ہے وہ نظام خلافت کا قیام ہے۔ جب خلافت کا نظام قائم ہو تو پھر احتجاج ریکارڈ نہیں کیا جاتا بلکہ سیدھا اقدام کیا جاتا ہے۔

سوال: مغربی اقوام اور حکومتیں اسلام اور نبی کریم ﷺ کے خلاف اتنی متعصب کیوں ہیں؟

شجاع الدین شیخ: مغربی ممالک اور حکومتیں آزادی اظہار رائے اور جمہوریت کی دعویدار ہیں لیکن اب ان کا مکروہ چہرہ سامنے آگیا ہے۔ حالانکہ وہاں پر ہولوکاسٹ کے خلاف کوئی بات نہیں کرسکتا ہے۔ اسی طرح وہاں کے شاہی خاندانوں کے خلاف کوئی بات نہیں کرسکتا۔ یہ ان کا دوہرا معیار اور منافقت ہے جو کھل کر ہمارے سامنے آرہی ہے۔ اصل میں یہ لوگ اسلاموفوبیا کا شکار ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ اسلام جو اللہ تعالیٰ کی عادلانہ تعلیمات پر مبنی ہے، جو بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر رب کی غلامی میں لانا چاہتا ہے اس کو مغرب برداشت نہیں کر رہا۔ طالبان نے افغانستان میں امارت اسلامیہ افغانستان قائم کی تھی تو اس کو ختم کرنے کے لیے پچاس ملکوں کا اتحاد قائم ہو گیا تھا کیونکہ انہیں نظر آرہا تھا کہ اگر کسی ایک خطے میں اسلام کا عادلانہ نظام قائم و نافذ ہو گیا تو دنیا ان عالمی دہشت گردوں، ظالموں اور مفاد پرستوں کی بادشاہتوں کا خاتمہ کر دے گی۔ یہ ان کا اصل مسئلہ ہے جس کی وجہ سے یہ مسلمانوں میں سے ایمان کی رمق نکالنا چاہتے ہیں۔ غیرت دینی نکالنا چاہتے ہیں کہ کہیں وہ

جذبات مسلمانوں میں بیدار نہ ہوں اور وہ اللہ کے عطا کردہ عادلانہ نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد میں لگ جائیں اور پھر ان لوگوں کے مفادات پر ضرب پڑے۔

سوال: فرانس میں گستاخانہ خاکوں کا حالیہ واقعہ کس طرح پیش آیا؟

رضاء الحق: یہ مسلمانوں کے لیے ایک اندوہناک واقعہ ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ ملعون سیموئیل پیٹی فرانس کے ایک سکول میں 47 سالہ استاد تھا۔ 2015ء میں جب چارلی ہیبڈو نے گستاخانہ خاکے شائع کیے تھے تو یہ کلاس کے طلبہ کو فری ایکسپریشن کے نام پر وہ خاکے دکھاتا اور کہتا کہ یہ فریڈم آف ایکسپریشن ہے۔ تم نے اگر یہاں بیٹھنا ہے تو بیٹھو ورنہ یہاں سے چلے جاؤ۔ چار پانچ سال سے اس کا یہی معمول تھا۔ ظاہر ہے اس طرح کے ملعون لوگ ایسی حرکتیں کرتے ہیں تو پھر اسلام کے جانثاروں کا خون کھولتا ہے۔ چنانچہ چیچن مجاہد عبداللہ سو کلومیٹر کے فاصلے سے آیا اور اس کو گھیر کر اس کا سر قلم کر دیا۔ سیموئیل پیٹی کو حکومت کی سپورٹ حاصل تھی جس کی وجہ سے عبداللہ کو گرفتار کرنے کی بجائے شہید کر دیا۔ پھر فرانس کے صدر میکغوں اور اس کے وزراء نے باقاعدہ ملعون کو سپورٹ کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہماری فریڈم آف ایکسپریشن ہے اور ہم اس پر قائم ہیں۔ پھر اس کے فوراً بعد فرانس کی سیبان یونیورسٹی میں چار سو بندوں کے سامنے اس ملعون شخص کو سویلین ایوارڈ دیا گیا۔ موجودہ تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ سرکاری سطح پر گستاخ رسول کو سرعام سپورٹ کیا گیا اور سرکاری عمارتوں پر گستاخانہ خاکے لہرائے گئے۔ صدر میکغوں کی سرپرستی میں یہ سب کچھ ہوتا رہا۔ یعنی صدر میکغوں نے سرکاری سطح پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ہم اسلاموفوبیا کا شکار ہیں اور ہم مسلمانوں کے خلاف ہیں۔ ترکی کے صدر طیب اردگان نے کہا کہ صدر میکغون کو اسلام اور مسلمانوں سے کیا دشمنی ہے، اس کو اپنا ذہنی علاج کرانا چاہیے۔ جس پر یورپی میڈیا اور وہاں کے حکمران سیخ پا ہوئے کہ یہ اس کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ اسے یہ الفاظ نازیبا لگے لیکن خود وہ نبی اکرم ﷺ کی شان میں سرکاری طور پر گستاخی کر رہا ہے۔ اس سے یورپی حکمرانوں کا دہرا معیار کھل کر سامنے آ گیا ہے۔

سوال: مسلمان ممالک نبی مکرم ﷺ کی توہین پر عملی قدم کب اٹھائیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: پہلے میں اس واقعہ کی مذمت کر کے اپنا حق ادا کرتا ہوں تا کہ میں بھی اجروثواب کا امیدوار بن سکوں۔ یہ فرانس کا صدر میکغوں ابن جاہل، ابوجہل ہے بلکہ جہالت کا پتلا ثابت ہوا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے کمالات اور اوصاف کے بارے میں مسلمان تو جانتے ہی ہیں غیر مسلم بھی آپؐ کے معترف ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جتنے انسان دنیا میں آئے ہیں ان میں سے کسی کے حالات زندگی اس قدر تفصیل کے ساتھ محفوظ نہیں ہیں جس قدر نبی اکرم ﷺ کے اوصاف، کمالات، کارنامے، ان کا کھانا، پینا، ان کی بودوباش وغیرہ ہر چیز محفوظ ہے اور ریکارڈ پر ہے۔ اس میکغوں جاہل کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے اپنے لوگ نبی اکرم ﷺ کے کارناموں کا اعتراف کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر مائیکل ہارٹ نے اپنی کتاب The Hundred: میں اس نے ایسے اشخاص کی ایک فہرست مرتب کی جنہوں نے تاریخ میں انقلاب برپا کرتے ہوئے تاریخ کے رخ کو موڑا ہے۔ اس فہرست میں اس نے نبی اکرم ﷺ کو نمبر ون پر رکھا۔ آپ ﷺ محسن انسانیت ہیں جس کا اعتراف ہر اچھا انسان کرتا ہے لیکن دنیا میں میکغوں جیسے دریدہ دہن لوگ بھی ہیں جو اس دنیا میں بھی ذلیل ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔ اللہ نے ہم انسانوں پر بڑا احسان کیا کہ اس نے ہمیں انسان بنایا لیکن اللہ نے ہم پر سب سے بڑا احسان یہ کیا کہ اس نے ہمیں محمد ﷺ کا اُمتی بنا دیا۔ یہ اللہ کے احسانات میں سے سب سے بڑا احسان ہے۔ جو لوگ آپ ﷺ کا استہزاء کرتے ہیں ان کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝﴾ ''ہم آپ کی طرف سے کافی ہیں ان استہزا کرنے والوں (سے نمٹنے) کے لیے۔'' (الحجر)

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ میرے محبوب (ﷺ) کا جو استہزاء کرتا ہے اسے میں خود دیکھوں گا۔ جنہوں نے آپ ﷺ کی توہین کی اللہ نے ان کو دنیا میں عبرت کا نشان بنا دیا۔ آخرت میں ایسے لوگوں کا انجام دوزخ کی بدترین وادی ہے۔ ملعون سلمان رشدی کی مثال ان کے لیے عبرت ہے کہ بے شک اس نے اربوں روپے کمائے ہوئے ہوں گے لیکن آج بھی اکیلا باہر نہیں نکل سکتا کیونکہ اسے ہر وقت اپنے بھیانک انجام کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے محبت ہمارے ایمان کا جزو ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ معجزتاً ہمارے اندر رچابسا دی ہے۔ خود نبی اکرم ﷺ نے فرما دیا: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے باپ، بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔'' (رواہ البخاری)

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے دین کے بہت سے معاملات چھوڑ دیے لیکن نبی اکرم ﷺ کی محبت ہمارے دل میں اللہ نے رچا بسا دی ہے جو کبھی نہیں نکل سکتی، ان تمام حربوں کے باوجود یہ محبت نہیں کھرچی جا سکتی۔ ہماری تمام بداعمالیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ابھی تک ہمیں یہ سزا نہیں دی کہ ہمارے دلوں سے نبی اکرم ﷺ کی محبت نکل جائے۔ اس وقت مسلمان کے لیے انفرادی طور پر کرنے کا کام یہ ہے کہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ساتھ چمٹ جائے، دین کے ساتھ اپنا تعلق مزید گہرا کرے، یعنی اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کو دانتوں سے پکڑ لے۔ اجتماعی سطح پر ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اللہ کے عطا کردہ نظام یعنی نظام خلافت کو نافذ کریں۔ یہ اصل کام ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی حل ہو گا وہ مستقل حل نہیں ہو گا۔ اصل میں ہمارا مسئلہ جرم ضعیفی ہے اور ضعیف ہم اس لیے ہیں کہ ہم نے نظام خلافت قائم نہیں کیا۔ 1924ء میں جب سے نظام خلافت ختم ہوا ہے اس کے بعد ہماری پسپائی ہی پسپائی ہے۔ اگر اس نظام کو قائم کرتے ہیں تو ہم پھر دنیا کی سپر پاور بنیں گے۔ ان شاء اللہ!

سوال: فرانس میں حکومتی سرپرستی میں شائع ہونے والے گستاخانہ خاکوں پر آپ کیا تبصرہ کریں گے؟

فرید احمد پراچہ: ایک بات واضح ہو گئی کہ چاہے فرانس ہو یا مغرب کا کوئی ملک ہو بشمول امریکہ یہ دنیا کے سب سے بڑے دہشت گرد اور انتہا پسند ہیں۔ ان میں انسانی حقوق کی تمیز کا کوئی شائبہ تک موجود نہیں ہے۔ یہ پونے دو ارب انسانوں کی دل آزاری کر رہے ہیں اور اس کو آزادی اظہار رائے یا زبان کا چسکا کہہ کر وہ اپنے آپ کو مطمئن کر رہے ہیں۔ وہاں کے دوسرے لوگ بھی ان لوگوں کو نہیں کہتے کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ لیکن جب مسلمانوں کی طرف سے ردعمل آتا ہے تو سب اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پہلی دفعہ سرکاری سرپرستی میں یہ انتہا پسندی ہو رہی ہے۔ دنیا میں آج تک مسلمانوں نے کبھی کسی نبی ورسول کی توہین نہیں کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا مریم سلام علیہا کے حوالے سے ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کسی مسلمان نے ان کی توہین کی ہو۔ یعنی مسلمانوں کی دل آزاری کا کوئی جواز مغرب کے پاس نہیں ہے لیکن اس کے باوجود وہ اس پر تلا ہوا ہے۔ یہ انتہائی کربناک، المناک اور وحشیانہ اقدام ہے جس کی مذمت کرنا کافی نہیں ہے جیسے ہمارے حکمران صرف مذمت ہی کر رہے ہیں۔ بلکہ اب اس کے بعد سنجیدہ قسم کے ایکشن لینے کی ضرورت ہے کیونکہ اس حوالے سے

اقوام متحدہ کوئی کردار ادا نہیں کر رہی۔ دنیا میں قانون موجود ہیں۔ ہولوکاسٹ پر کوئی بات کرتا ہے تو اس پر قانون ایکشن میں آجاتا ہے لیکن اس سلسلے میں مسلمانوں کے جذبات کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا۔ اس حوالے سے عالمی سطح کی کوئی قانون سازی نہیں ہے۔ حالانکہ وہاں ان کے پرچم کی توہین ہو جائے بلکہ کوئی شخص کسی دوسرے کی توہین کر دے تو اس پر قانون حرکت میں آجاتا ہے لیکن نبی اکرم ﷺ کی توہین یا کسی دوسرے نبی و رسول کی توہین پر کوئی قانون حرکت میں نہیں آتا۔ اس کی تمام ذمہ داری اب امت مسلمہ پر ہے۔

سوال: فرانس میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت پر امت مسلمہ کہاں کھڑی ہے؟

فرید احمد پراچہ: پہلے تو ہمیں یہ احساس ہونا چاہیے کہ ہم اُمت ہیں۔ ہم ابھی تک عرب و عجم اور شرق و غرب، اپنے اپنے ملک اور اپنے اقتداروں میں گم ہیں۔ قرآن میں کہیں بھی مسلمانوں کو قوم نہیں کہا گیا بلکہ اُمت کہا گیا ہے۔ کہیں اُمت واحدہ کہا گیا ہے، کہیں اُمت وسط کہا گیا ہے۔ اُمت کی حیثیت بالکل جداگانہ ہوتی ہے۔ اس لیے کہ قومیں علاقوں اور نسلوں سے بنتی ہیں جبکہ اُمت عقیدے اور ایمان سے بنتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اُمت کو جسد واحدہ کہا۔ اب اگر ہم اُمت کا احساس کریں اور اس سلسلے میں ہمارے مسلمان حکمران سمجھیں کہ ان کا اقتدار نبی اکرم ﷺ سے تعلق کا صدقہ ہے۔ انہیں امت کے احساسات کا خیال رکھنا چاہیے۔ سب سے پہلا اقدام یہ ہے کہ تمام مسلم ممالک کی طرف سے شٹ اپ کال دی جائے۔ پھر ان کی مصنوعات کا اور تجارتی بائیکاٹ کیا جائے کیونکہ جب انہیں معاشی دھچکا لگتا تو تب ان کے رویے بالکل بدل جاتے ہیں۔ پھر سفارتی تعلقات ختم کریں۔ اگر جن کے لوگ وہاں پر نہیں ہیں تو وہ فوری طور پر سفارتی تعلقات ختم کریں۔ پھر اس وقت ربیع الاول کا مہینہ ہے اس میں سیرت النبی ﷺ کے پیغام کو اجاگر کیا جائے اور پوری دنیا میں پھیلایا جائے۔ ان کو بتایا جائے کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں کی فلاح و بہبود کا پیغام لے کر آئے تھے۔ آپ ﷺ تو رحمت للعالمین ہیں۔ یعنی سیرت کا عالمی پہلو بتایا جائے اور ان کو باور کرایا جائے کہ نبی اکرم ﷺ سے محبت ہمارے ایمان کا لازمی تقاضا ہے اور آپ ﷺ کی گستاخی ہم برداشت نہیں کریں گے۔

سوال: مغربی اقوام اور حکومتیں اسلام اور نبی کریم ﷺ کے خلاف اتنے متعصب کیوں ہیں؟

رضاء الحق: سورۃ البقرہ میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ﴾ ''اور (اے نبیؐ! آپ کسی مغالطے میں نہ رہیے) ہرگز راضی نہ ہوں گے آپؐ سے یہودی اور نہ نصرانی جب تک کہ آپؐ پیروی نہ کریں ان کی ملت کی۔''

(آیت:120)

یہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو واضح طور پر بتا دیا۔ لیکن ناموس رسالت ﷺ پر حملے فرانس میں اچانک نہیں ہوئے بلکہ 12 اکتوبر کو فرانس کا صدر خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اسلام پوری دنیا میں ان کرائسز ہے۔ پھر اس نے تشریح کرتے ہوئے کہا کہ میں تو ریڈیکلائزیشن کے خلاف جنگ کر رہا ہوں اور اسلام ریڈیکلائزیشن کا دوسرا نام ہے۔ پھر اس نے کہا کہ فرانس کی سیکولر ویلیوز ہیں جن کا میں نے ہر صورت تحفظ کرنا ہے۔ ساتھ اس نے کہا کہ مسلمانوں کو مزید کوئی سہولیات نہیں دی جائیں گی ہم جس طرح چاہتے ہیں ان کو اسی طرح رہنا ہوگا۔ پھر اس نے کہا کہ رسالت مآب ﷺ کی توہین کرنا ہمارا حق ہے۔ معاذ اللہ۔ بہرحال یہ اس کی بکواس تھی جو اس نے ظاہر کی۔ اس نے سیکولر ویلیوز کا اظہار کر کے مسلمانوں کو ہدف تنقید بنایا کہ فرانس ایک سیکولر ملک ہے کیونکہ انہوں نے 1905ء سے سٹیٹ اور چرچ کو الگ الگ کیا ہوا ہے۔ میں اس سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا فرانس کے اندر آج بھی الٹرا آرتھوڈاکس جیوز جو اپنا مکمل مذہبی لباس پہنتے ہیں ان کے بچے بھی علیحدہ جیوز سکولز میں پڑھتے ہیں؟ کیا ان کے اوپر پابندی ہے؟ کیا کرسچین ننز کے اوپر یہ پابندی ہے کہ وہ اپنا ہیڈز نہ پہنیں؟ یعنی ان کے سیکولرازم کے اصول اسلام پر لاگو ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو کیا ردعمل دینا چاہیے اس حوالے سے سورۃ التوبہ کی آیت میں اللہ نے فرمایا:

''(اے نبی ﷺ! ان سے) کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں (اور بیویوں کے لیے شوہر)، تمہارے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے بہت محنت سے کمائے ہیں، اور وہ تجارت جس کے مندے کا تمہیں خطرہ رہتا ہے، اور وہ مکانات جو تمہیں بہت پسند ہیں، (اگر یہ سب چیزیں) تمہیں محبوب تر ہیں اللہ، اس کے رسول اور اس کے رستے میں جہاد سے، تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ سنا دے۔ اور اللہ ایسے فاسقوں کو راہ یاب نہیں کرتا۔'' (آیت:24)

اس آیت کو سامنے رکھتے ہوئے وہاں کے مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ اگر اسلامی شعائر پر پابندی لگتی ہے تو انہیں اسلام یا وہاں کے دنیوی مال و دولت میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا پڑے گا۔ اس آیت میں ہمارے لیے بھی یہ پیغام ہے کہ ہم فرانس پر پابندیاں لگاتے ہوئے کیوں ڈرتے ہیں۔ بہرحال اسلام اور مسلمان ان کا ٹارگٹ ہیں۔ آج نہیں تو کل انہوں نے اور زیادہ سختیاں کرنی ہیں۔

سوال: فرانس میں گستاخانہ خاکوں کے حوالے سے حکومت پاکستان کو کیا اقدامات اٹھانے چاہئیں؟

ایوب بیگ مرزا: اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان ناتواں ہیں، کمزور ہیں لیکن اتنے بھی نہیں ہیں۔ ہم اس وقت تعداد میں پونے دو ارب ہیں۔ یقیناً ہمیں روحانی و ایمانی لحاظ سے اللہ کا بندہ بننا چاہیے لیکن دنیوی سطح پر بھی کرنے کے کچھ کام ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر امت مسلمہ مجموعی طور پر فرانس کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کر دے تو چند دنوں میں معلوم ہو جائے گا کہ فرانس کے قدم لڑکھڑا چکے ہیں۔ لیکن ابھی ہمارا بائیکاٹ بھی نامکمل ہے، معلوم نہیں اس کا تسلسل بھی رہے گا یا نہیں۔ آج کی دنیا میں بالخصوص کافروں کے لیے اقتصادیات، مادہ وغیرہ ہی سب کچھ ہے۔ اگر 57 اسلامی ممالک اس بائیکاٹ میں تسلسل رکھنے میں کامیاب ہو جائیں اور اس میں کمی نہ آنے دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ فرانس کا صدر ایک ایک مسلمان ملک میں جائے گا اور ہاتھ جوڑے گا۔ پھر تمام یورپ یہ سوچ لے گا کہ آئندہ یہ کام نہیں کرنا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ فرانس کے ساتھ کامیاب بائیکاٹ کر لیں تو باقیوں کو بھی عبرت آجائے گی۔ لیکن اگر یہی بائیکاٹ چند روز کر کے ختم کر دیا تو پھر اس کا الٹا اثر ہوگا۔

سوال: کیا ناموس رسالت کے لیے عالمی سطح پر ہولوکاسٹ کی طرز پر قانون سازی کی ضرورت ہے؟

رضاء الحق: ہمیں عالمی اداروں سے کوئی امید نہیں ہے کہ وہ اس حوالے سے کوئی قانون سازی کریں گے۔ البتہ ہم ان پر معاشی طور پر، ڈپلومیٹک طور پر اور اتحاد کے ذریعے پریشر بڑھا سکتے ہیں۔ اگر اس وقت خلافت موجود ہوتی تو اس کا ایک حکم اعلان جہاد ہوتا۔ اگر خود مل بیٹھ کر تمام مسلمان ممالک ایک قانون سازی کر لیں کہ اگر آئندہ کوئی ملک بھی ایسی حرکت کرے گا تو اس کو ہم نے کس طرح جواب دینا ہے۔ اس کے بعد ہمارے پاس حکمت عملی تیار ہوگی۔ اگر ایک ایسا بلاک بن جائے تو امید ہے کہ اس کے اچھے نتائج نکل سکتے ہیں۔ لیکن بظاہر یہ ممکن نہیں لگتا۔ البتہ ہمیں اچھے کی امید رکھنی چاہیے۔ شاید اللہ تعالیٰ مسلمان حکمرانوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دے اور کچھ کرنے کے لیے متحد ہونے کا پروگرام بنا لیں۔ پھر اس متحدہ بلاک کے ذریعے دیگر مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ بھی ہو سکے گا۔ صرف مغربی مصنوعات کا بائیکاٹ ہی نہ کریں بلکہ یورپی کمپنیوں میں مسلمانوں کی جو انوسٹمنٹ ہے وہ بھی نکال لیں۔

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

فرید اللہ مروت

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا پیغمبر اسلام ﷺ کی ساتویں شریک حیات تھیں، ہجرت کے پانچویں سال رونما ہونے والے واقعات میں ایک اہم واقعہ حضور ﷺ کا سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے ازدواج کرنا تھا۔

نام ونسب

نام: زینب، کنیت ام الحکم، قریش کے خاندان اسد بن خزیمہ سے تعلق ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

زینب بن جحش بن ریاب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان۔ والدہ کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب تھا۔ اس رشتہ سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی سگی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا پہلے نام برہ تھا۔ حضور ﷺ نے تبدیل کر کے زینب نام رکھا۔

ولادت

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت بعثت نبوی سے 33 سال پہلے مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ ان کی پرورش بڑے ناز ونعم، عزت وجمال اور حسب نسب سے ہوئی۔

اسلام

جب مکہ مکرمہ اسلام کی معطر ہواؤں سے مہک رہا تھا اور سعادت مند لوگ کفر کے اندھیروں سے نکل کر اسلام کی روشنی میں داخل ہو کر رب کی رضا حاصل کر رہے تھے۔ ان ہی ایام میں عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان والے بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ ان ایمان لانے والوں میں ان کی بہن زینبؓ بھی شامل تھیں۔ اس طرح سیدہ زینبؓ قدیم الاسلام تھیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پاکباز دل کی مالک تھیں، اندھی جاہلیت سے متنفر تھیں۔ دل وجان سے ایمان لے آئیں اور جلد ہی اپنی اخلاص کی وجہ سے عورتوں میں تقویٰ، سخاوت اور بھلائی کے اعتبار سے سردار قرار پائیں۔

خاندانی تعارف

ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ایسی جلیل القدر ہستی ہیں کہ فضیلت کے تمام پہلوؤں کو اپنے اندر سمو لیا۔

سیدہ کے ماموں زاد اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں افضل ترین شخصیت یعنی امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ، سیدہ کے بھائی اسلام کے پہلے علمبردار اور جماعتِ شہداء کے فردِ فرید جنہیں ''مجدع'' کے لقب سے نوازا گیا۔ جنت البقیع کے پہلے مدفون سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ایک بھائی سیدنا ابو احمد بن جحشؓ اسلام کے نامور شاعر تھے۔

سیدہ کی بہن حمنہ بنت جحشؓ اسلام قبول کرنے والے ''السابقون الاولون'' میں شامل تھیں۔

سیدہ کی والدہ محترمہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب اور خود سیدہ ایسی برگزیدہ ہستی ہیں جن کا حضور ﷺ سے نکاح ہوا۔

ہجرت

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا قرآنی فیوض سے فیض یاب ہوتی رہیں۔ مسلمانوں کی تعداد دن بہ دن بڑھتی جا رہی تھی لیکن قریش کا دستِ ستم بھی بڑھتا جا رہا تھا۔ سیدہؓ کا خاندان بھی اس ظلم وجور سے محفوظ نہ تھا۔ انہوں نے اپنے خاندان دو بھائیوں ابو احمد، عبید اللہؓ، دو بہنوں زینبؓ، حمنہؓ اور بھابھی عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بیوی ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ عبداللہ جحش اپنے خاندان کو حبشہ سے واپس مکہ لے آئے اور پھر اپنے پورے قبیلہ کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کی۔

پہلا نکاح

اسلام کے اولین مقاصد میں یہ بات شامل تھی کہ لوگوں کے درمیان عصبیت، جاہلی غیرت اور رنگ ونسل کے امتیازات مٹا دیئے جائیں اور فضیلت کا معیار تقویٰ کو قرار دیا جائے۔ حضور ﷺ نے تقویٰ کے پیمانے سے لوگوں کے درمیان عملی مساوات کو فروغ دے کر بے مقصد طبقاتی فرق کو ختم کیا۔ اسی مصلحت کے تحت حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے کرایا۔ عرب معاشرے میں اپنی بیٹی کا کسی آزاد کردہ غلام سے نکاح باعث ننگ وعار سمجھا جاتا تھا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے رشتہ پر بھائی عبد اللہ رضی اللہ عنہ راضی نہ ہوئے۔ اس پر سورۃ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی۔

''اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کریں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہو گیا۔'' (الاحزاب:36)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا یہ مقدس رشتہ زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق کے ذریعے اپنا ازدواجی تعلق منقطع کر لیا۔ حالانکہ حضور ﷺ حضرت زیدؓ کو زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق نہ دینے کا مشورہ دیتے رہے۔

حریم نبوت میں آمد

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے طلاق کے بعد حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کے لیے خود ان سے نکاح کا فیصلہ کیا۔ اس رشتے سے عرب کی ایک اور جاہلانہ رسم بد کو توڑنا بھی مقصود تھا۔ عرب میں مدت سے یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح معیوب سمجھا جاتا تھا۔

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی مطلع کر دیا تھا کہ زینب رضی اللہ عنہا آپؐ کے نکاح میں آئے گی۔ حضور ﷺ نے اس پیشین گوئی کو اپنے دل میں خفیہ رکھا۔

جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوئی تو حضور ﷺ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ذریعے نکاح کا پیغام دیا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ میں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتی جب تک میں اپنے پروردگار سے مشورہ یعنی استخارہ نہ کر لوں۔ چونکہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اس معاملہ میں کسی مخلوق سے مشورہ نہیں کیا خدائے عزوجل سے مشورہ

چاہا تو جبرائیل آمین یہ آیت لے کر نازل ہوئے: ﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا﴾ (الاحزاب:37)

''پھر جب زیدؓ نے اس سے (کوئی) حاجت (متعلق) نہ رکھی (یعنی اس کو طلاق دے دی) (اے نبی کریم!) تو ہم نے اس کا نکاح آپؐ سے کر دیا۔''

جب سیدہ زینب ؓ کو یہ بشارت ملی تو وہ سجدہ میں گر گئیں اور احسان خداوندی پر سجدہ شکر ادا کیا۔

عرش بریں پر نکاح

ایک روایت میں ہے جب حضور ﷺ ام المؤمنین سیدہ زینب ؓ کے پاس تشریف لے گئے تو سیدہ زینبؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! بغیر خطبہ اور گواہ کے نکاح ہو گیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نکاح خواں اور فرشتے گواہ تھے۔''

(طبرانی کبیر)

ذوقِ عبادت

حضرت ام سلمہ ؓ فرماتی ہیں: ''حضرت زینب ؓ نیک خو، روزہ دار اور نماز کی پابند تھیں۔'' عبادت میں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ مصروف رہتی تھیں۔ وہ شب زندہ اور کثرت سے روزے رکھنے والی تھیں۔

اخلاق

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: ''میں نے کوئی عورت زینب ؓ سے زیادہ دیندار، زیادہ پرہیزگار، زیادہ راست گفتار، زیادہ فیاض مخیر اور اللہ کی رضاجوئی میں زیادہ سرگرم نہیں دیکھی۔'' (مسلم)

راہِ خدا میں خرچ کرنا

حضرت زینب ؓ نہایت قانع اور فیاض طبع تھیں۔ خود اپنے دست بازو سے معاش کا بندوبست کرتی تھیں اور اس کو اللہ کی راہ میں لٹا دیتی تھیں۔ حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت زینب ؓ کا انتقال ہوا تو مدینہ کے فقراء اور مساکین میں سخت کھلبلی پیدا ہو گئی اور وہ گھبرا گئے۔'' (اصابہ:13/8)

ایک دفعہ حضرت عمر ؓ نے ان کا سالانہ نفقہ بھیجا۔ انہوں نے اس پر کپڑا ڈال دیا اور اپنی باندی برزہ بنت رافع کو حکم دیا کہ میرے خاندانی رشتہ داروں اور یتیموں کو تقسیم کر دو۔

ورع وتقویٰ

ام المؤمنین سیدہ زینب ؓ تقویٰ وطہارت، پرہیزگاری اور ورع میں بھی بہت بلند مقام رکھتی تھیں۔ جب منافقین نے حضرت عائشہ ؓ پر تہمت لگائی اور چند مخلص صحابہ کرامؓ اور حضرت زینب ؓ کی بہن حمنہؓ اس تہمت سے متاثر ہو گئے لیکن سیدہ زینب ؓ نے حضور ﷺ کو جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے کان اور آنکھ کو محفوظ رکھتی ہوں۔ خدا کی قسم! میں عائشہ ؓ کے متعلق سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہیں جانتی۔''

مدح وستائش

سیدہ زینب ؓ کی ذات میں صفات دین، خیر، سخاوت اور خدمت خلق پائی جاتی تھیں یہاں تک کہ ان کی سوکنیں بھی مدح سرا تھیں ان کی وفات پر حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: ''آج ایک عبادت گزار اور محبوب خاتون رخصت ہو گئی جو یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کیا کرتی تھیں۔''

قدر ومنزلت

حضور ﷺ کے نزدیک ام المؤمنین زینب ؓ کا بڑا بلند مرتبہ تھا اور ان کی بڑی قدر ومنزلت تھی۔ حضور ﷺ کے پاس ازواج مطہرات میں زیادہ مرتبہ حضرت عائشہ، ام سلمہ اور سیدہ زینب ؓ کا تھا۔

مرویات حدیث

حضرت زینب ؓ سے کتب حدیث میں صرف گیارہ رواتیں منقول ہیں۔ ان میں دو حدیثوں پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

سیدہ کا اعزاز

سیدہ زینب ؓ دوسری ازواج مطہرات پر فخر فرمایا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ تمہارے نکاح تمہارے اعزہ واقارب نے سرور دو عالم ﷺ سے کروائے ہیں اور میرا نکاح رب العالمین نے ساتوں آسمانوں کے اوپر خود کیا ہے۔'' (الروض الانف:368/2)

سیدہ زینب ؓ کے ولیمے میں برکت

سیدنا انس ؓ فرماتے ہیں:

''سیدہ زینب ؓ سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ نے اپنی کسی دوسری بیوی سے شادی پر ولیمہ نہیں کیا۔ سیدہ زینب ؓ کے ساتھ شادی پر ولیمے میں بکری کے گوشت اور روٹی کا اہتمام کیا۔'' تقریباً 300 صحابہ کرام ؓ نے شکم سیر ہو کر کھایا۔

حکم حجاب

ام المؤمنین سیدہ زینب ؓ کے ولیمہ کے موقع پر آیات حجاب نازل ہوئیں۔ آیات حجاب لوگوں کی تعلیم اور نصیحت کے لیے نازل ہوئیں کہ لوگ نبی ﷺ کے گھر بغیر اجازت داخل نہ ہوں اور جب انہیں کھانے وغیرہ پر بلایا جائے تو وہ آئیں مگر کھانا کھا کر جلد چلے جائیں۔ گپ شپ کے لیے نہ رکیں۔

آیات حجاب سے پہلے حضرت عمر ؓ نے بھی حضور ﷺ سے عرض کیا تھا کہ آپؐ کے پاس نیک و بد ہر طرح کے لوگ آتے ہیں اگر آپؐ چاہیں تو امہات المؤمنین کو پردہ کرنے کی تلقین فرمالیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیات حجاب نازل فرمائیں۔

وفات

ام المؤمنین سیدہ زینب ؓ ہمیشہ سفر آخرت اور رب ذوالجلال کی ملاقات کے لیے تیار رہتی تھیں۔ وفات کے وقت سوائے مکان کے اور کوئی ترکہ نہ چھوڑا۔ سب کچھ اپنی زندگی میں راہِ خدا میں لٹا چکی تھیں۔ وفات سے کچھ دیر پہلے وصیت کی کہ میں نے اپنا کفن تیار کیا ہوا ہے۔ اور میرا جنازہ سرور دو عالم ﷺ کی اس چارپائی پر قبرستان لے جایا جائے جس پر آپؐ کی وفات ہوئی تھی۔ چنانچہ ان کی وصیت پوری کی گئی۔ آپؓ نے 20ھ بمطابق 641ء میں 53 سال کی عمر میں وفات پائی۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق ؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

آپ ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلے سیدہ زینب ؓ نے وفات پائی۔ ہم اپنی ماں ام المؤمنین سیدہ زینب ؓ کی سیرت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دہراتے ہیں۔ ''بے شک پرہیزگار لوگ جنت کے باغوں اور نہروں میں ہوں گے، بہترین مقام پر طاقتور بادشاہ کے پاس۔'' (الاحزاب:40)

اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں!

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

تنظیم اسلامی کے لیے اُصولی طور پر ’’بیعت سمع وطاعت فی المعروف‘‘ کی تنظیمی اساس کو اختیار کر لینا تو مشکل نہ تھا لیکن موجودہ حالات میں اس بنیاد پر ایک جماعتی نظام کا ڈھانچہ بالفعل کھڑا کرنا ہرگز آسان نہ تھا۔ اس لیے کہ ایک جانب یہ تصور ’’آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل‘‘ کے مصداق ذہنوں سے بالکل خارج ہو چکا تھا‘ اور دوسری جانب ’’بیعت‘‘ کے ساتھ ایسے بہت سے عجیب وغریب تصورات لازم وملزوم کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں جن سے موجودہ ذہن ہی نہیں خود فطرتِ انسانی اِبا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداء میں کچھ عرصے تک ہم خود بھی اس کے اظہار واعلان میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے رہے کہ دنیا کیا کہے گی--- ع ’’کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں!‘‘ بعد میں جب اس کا چرچا عام ہوا تو نہ صرف تمسخر اور استہزاء‘ بلکہ تردید اور مخالفت کا بازار بھی گرم ہوا---- لیکن بحمداللہ اب جبکہ اس نظام کو بالفعل چلتے ہوئے چودہ برس ہونے کو آئے ہیں‘ اور نہ صرف اندرون ملک کثیر تعداد میں‘ بلکہ بیرون ملک حتی کہ انگلستان اور امریکہ میں مقیم حضرات نے بھی معتد بہ تعداد میں اپنے فرائضِ دینی کی ادائیگی کے لیے بیعت کا قلادہ گردن میں ڈالنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی ہے‘ ہم اپنے دلوں میں گہرے تشکر آمیز اطمینان کا احساس موجزن پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک مردہ سنت کے احیاء کی توفیق عطا فرمائی۔

وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللّٰهُ !!

بیرونی تمسخر اور مخالفت کو برداشت کرنے سے زیادہ کٹھن مرحلہ اُن غلط تصورات کے خاتمے کا تھا جو بیعت کے لفظ کے ساتھ لامحالہ وابستہ ہو گئے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مکروہ تصور یہ ہے کہ بیعت کے نظام میں نہ باہمی مشاورت کی کوئی گنجائش ہے نہ اختلافِ رائے اور اظہارِ خیال کا کوئی موقع! چنانچہ ہمیں اس غلط تصور کی نفی اور اس حقیقت کے اثبات میں بہت محنت بھی کرنی پڑی اور بہت سا وقت بھی صرف کرنا پڑا کہ نظامِ بیعت میں اختلافِ رائے کی گنجائش‘ اظہارِ خیال کے مواقع‘ اور باہمی مشاورت کا میدان نام نہاد جمہوری نظام سے بھی وسیع تر موجود ہے---- اور فرق صرف اتنا ہے کہ جمہوری نظام میں آخری فیصلہ ع ’’بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے!‘‘ کے مصداق آراء کی گنتی کی بنیاد پر ہوتا ہے جبکہ نظامِ بیعت میں اظہارِ رائے اور کھلی بحث وتمحیص کے بعد آخری فیصلہ صاحبِ امر کی صوابدید پر چھوڑ دیا جاتا ہے! گویا نظامِ بیعت میں اُصولِ قرآنی: ﴿اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ (الشوریٰ: 38) کی بالفعل تعمیل حکم قرآنی: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ (آل عمران: 159) کے مطابق ہوتی ہے۔

دوسری جانب اس تصور کا خاتمہ بھی ہرگز آسان نہ تھا کہ مشاورت باہمی کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہ ہے کہ اکثریت کی رائے کو فیصلہ کن قرار دیا جائے‘ اس لیے کہ عہد حاضر میں ’’سلطانی جمہور‘‘ کا تصور نہ صرف یہ کہ حد درجہ عالمگیر اور ہمہ گیر ہو چکا ہے بلکہ لوگوں کے شعور ہی نہیں تحت الشعور کی گہرائیوں میں اس حد تک سرایت کر چکا ہے کہ بسا اوقات بیعت کے نظام کو اصولاً تسلیم اور اختیار کر لینے کے بعد بھی اس پر اصرار برقرار رہتا ہے کہ امیر کو شوریٰ کی اکثریت کے فیصلے کا ’’پابند‘‘ ہونا چاہیے۔ ❀❀❀

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، لیہ کے ملتزم رفیق جناب چودھری بشیر احمد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0332-6174153

☆ حلقہ اسلام آباد، اسلام آباد جنوبی کے رفیق آصف صدیقی کی والدہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0333-5179063

☆ حلقہ کراچی وسطیٰ، قرآن مرکز جوہر کے رفیق جناب رقیم اختر کا بیٹا وفات پا گیا۔
برائے تعزیت: 0316-2879151

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، پشاور شہر کے رفیق محترم جناب تحسین مجتبیٰ کے چچا وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0347-3286037

☆ امیر حلقہ سرگودھا رفیع الدین شیخ کے رضاعی بھائی حکیم تنویر احمد ضیاء وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0300-9603577

☆ مقامی امیر میانوالی نور خان کے ماموں وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0332-7722972

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

شعبہ خط وکتابت کورسز کی تاریخ میں ایک اور سنگ میل کا اضافہ!!

آن لائن کورس

- کیا آپ جاننا چاہتے ہیں؟ از روئے قرآن ہماری دینی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ نیکی اور تقویٰ اور جہاد وقتال کی حقیقت کیا ہے؟
- کیا آپ دین کے جامع اور ہمہ گیر تصور سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟
- کیا آپ قرآن حکیم کی فکری اساس اور بنیادی عملی ہدایات سے روشناس ہونا چاہتے ہیں؟
- کیا آپ نجی مجالس میں اسلام پر ہونے والی تنقید کا مناسب اور مدلل جواب دینے کی اہلیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

تو

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم ومغفور کے مرتب کردہ
’’مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب‘‘ پر مبنی
’’قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس‘‘ سے استفادہ کیجیے
یہ کورس (جو ایک عرصہ سے بذریعہ خط وکتابت کروایا جا رہا ہے) شائقین علوم قرآنی کی دیرینہ خواہش پر

الحمدللہ!
اب یہ کورس آن لائن (ONLINE) بھی شروع ہو چکا ہے

برائے رابطہ: انچارج شعبہ خط وکتابت کورسز، قرآن اکیڈمی، 36-K، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: (92-42)35869501-3 E-mail:distancelearning@tanzeem.org

And We Exalted Thy Praise…

A love that is ingrained in the heart, an ideology that is inscribed on the mind. Apparently how easy it should be to write it down with a pen. But then why is it so much difficult to describe the glory of the Beloved Prophet *(SAAW)* of Allah *(SWT)*. Probably because of the uncontrollable deluge of emotions emanating from the depth of heart or may be for the reason that the rumbling which flashes the brain of the writer who finds it difficult to connect and arrange his thoughts. He is left wandering at what he should write and what should he leave? What to make as a starting point and where to stop? Whether to praise his *(SAAW)* justice or to commend his *(SAAW)* unmatched wisdom? Should I pay homage to his *(SAAW)* valor or describe the pinnacle of servitude. The fact is that the tree has not yet been born from the womb of the earth, from the branch of which a pen can be carved which can fulfill the merit to write the attributes and perfections of the Seerah of the Holy Prophet *(SAAW)*. In the style of a poetic supplication a poet pleads with the Creator *(SWT)* that if such a unique personality was destined to guide us in this world, then we too would have been favored with such a gift (tongue) that we would have found the style of praising the Mercy for All Creations *(Rehmat-ul-Lil-Aalameen)* *(SAAW)*. A poet of the stature of Ghalib, a great linguist and an eloquent poet, expressing his helplessness, kneels down and admits:

> "Ghalib has surrendered to Allah *(SWT)* for the praise of Muhammad *(SAAW)*. For Allah *(SWT)* alone rightfully knows his *(SAAW)* lofty station."

Recall the day when at the behest of the chieftains in Taif, the obscene boys threw stones so hard at him *(SAAW)* that it was difficult for Prophet *(SAAW)* to separate his *(SAAW)* holy feet from the blood-stained shoes, but even then the angel's *(AS)* request was rejected to destroy the settlement between the mountains in the hope that a servant of Islam might be born there. Visiting to enquire about the health of the garbage thrower to find out why she could not repeat her action that day. On the occasion of the conquest of Makkah, he *(SAAW)* bowed his *(SAAW)* honorable head in humbleness so much that it almost touched the camel's neck.

The first thing to do as a conqueror of Makkah was to declare a general amnesty for his *(SAAW)* ardent enemies. The Holy Prophet *(SAAW)* is the only one in history from the decedents of Adam *(AS)* and Eve *(AS)* whose entire life is fully preserved. The style of his *(SAAW)* eating, drinking, sleeping, waking, watching, listening, living and wearing... In fact, his *(SAAW)* station is such before which the angels *(AS)* had no choice but to prostrate, on the command of Almighty Allah *(SWT)*, the Lord *(SWT)* of the Worlds. Allah *(SWT)*, the Exalted, sends blessings and peace on Muhammad *(SAAW)* Himself *(SWT)*. It reflects the fact that no book on the Seerah of the Prophet *(SAAW)* is more than a droplet of water in the ocean, before the exalted attributes of perfection of the Prophet *(SAAW)*.

Just pause here for a moment and ponder. Muhammad *(SAAW)* received this honor, reverence and veneration because he *(SAAW)* was the final Prophet and Messenger of Allah *(SWT)* send in the world as His *(SWT)* representative for the guidance of all human beings. Muhammad *(SAAW)* was not only the final prophet *(SAAW)* and messenger *(SAAW)*, but also the bearer of the perfected "Deen" of Allah *(SWT)* – Islam, and for the whole of mankind for all times. From Adam *(AS)* through Jesus *(AS)*, all the prophets *(AS)* and messengers *(AS)* continued to carry out the intermediate stages for the completion of this Deen. Although they were given their respective Shari'ah, but the Deen was the same for all. The mission was the same for all, that was, to implement this system – The Deen of Allah *(SWT)* – both in the individual and collective spheres of life.

The Holy Prophet *(SAAW)* did not have the staff of Moses *(AS)* to break asunder the chest of a sea or become a python swallowing snakes. Neither he *(SAAW)* nor his *(SAAW)* companions *(RA)* were sent down with divine food from the heavens. Nor did he *(SAAW)* raise the dead, with the leave of Allah *(SWT)*, like the Prophet Jesus *(AS)*, to convince the Quraysh. The fire was not turned into a "blissful garden" for him *(SAAW)*, like the prophet Abraham *(AS)*. On the contrary, when stones were thrown at him *(SAAW)*, he *(SAAW)* bled. His *(SAAW)* cheek bone got injured in a battle. He *(SAAW)* came even under a magical spell cast by the Jews of Madinah. Yet he *(SAAW)* continued the

work of preaching the Word of Allah *(SWT)* day and night and with an effort on a purely human level; he *(SAAW)* carried out the daunting task of dominating and enforcing the true Deen (Islam) in the Arabian Peninsula. And ultimately, the Deen became established in the whole of Arabia. This is the Sunnah of the Prophet *(SAAW)* that needs to be grasped firmly by the Muslims of today in their clutches.

Before proceeding any further, one thing needs to be understood. Was it impossible for Allah *(SWT)* to not allow even a thorn bite His *(SWT)* beloved Prophet *(SAAW)*? When Allah *(SWT)* says "Kun" (Be), the mountains collapse to nothingness, the seas dry up and the rivers stop flowing. He *(SWT)* could have made His *(SWT)* beloved prophet *(SAAW)* sit on a throne decorated with diamonds and jewels, and the pieces would have fell into place themselves. For Allah *(SWT)* this is possible with ease. And the miracle bestowed on him *(SAAW)* in the form of the Qur'an, unlike the miracles of the other prophets *(AS)*, was not confined to time and space. That is to say, it will last forever and its text has been preserved for eternity. It is not possible to corrupt it. However, Allah *(SWT)* chose for His *(SWT)* final messenger *(SAAW)* the method of revolution that could be followed till the end of time. This facility exists today. Angels *(AS)* would descend in rows even today if we recreate the atmosphere of Badr. This is not just poetry, nor is it hearsay, but a reality that we have seen with our own eyes. Didn't the Afghan Taliban in our neighboring Afghanistan, despite meager resources, bring the most powerful military alliance on its knees? The Afghan Taliban's military strength, weapons and financial resources were no match to those possessed by the US and its allies, but still the Afghan Taliban defeated the US with the prowess of their faith and with the succor of Allah *(SWT)*. The US and its allies are now fleeing Afghanistan in such a way that they are not ready to look back. The case of Pakistan is quite the opposite. We have an organized army. We are the seventh nuclear power in the world, but due to our rebellion from the right path, we are haunted by destitution and unending fear.

We are legislating to accept the FATF's illegitimate and humiliating terms, which is a shameful act. In order to be prosperous in the Hereafter and to attain a place of honor and dignity in this world, we must acquire enlightenment from the Seerah of the Prophet *(SAAW)*. The role of his *(SAAW)* companions *(RA)* has to be repeated. Whenever the companions *(RA)* saw the Prophet *(SAAW)* in danger, they came to his *(SAAW)* rescue even if it required sacrificing their *(RA)* lives for the cause of the Deen. They *(RA)* were eagerly ready to lay their *(RA)* lives for the Prophet's *(SAAW)* honor. This was the reason why these inhabitants of the barren land of Makkah and Madinah came to dominate the super powers of that time. Holding the Qur'an in one hand and the sword in the other, they *(RA)* trampled under their feet land and oceans alike. The desert, the forest, the mountains, nothing could stand in their way. Even though they *(RA)* had two hands and two feet like us, yet their *(RA)* hearts were adorned with the jewelry of the Qur'an – Sublime Faith... They *(RA)* followed the Seerah and the Sunnah of the Prophet *(SAAW)* and that became their real weapon. Even today, the solution to our problems is that we remove the contradiction between our words and deeds. Our tongues ought to be wet with the praise of the Holy Prophet *(SAAW)* and our actions ought to be in accordance with the instructions of the Prophet *(SAAW)*. Let us make the Sunnah our way of life not only in the month of Rabi-ul-Awwal, but every day and every night of the year. In no case should the commandments of Allah *(SWT)* be violated and the footsteps of the Prophet *(SAAW)* be digressed.

Praise must be offered in devotion to the Holy Prophet *(SAAW)*. More importantly, we must sincerely strive our utmost for establishing the Deen – The mission for which the Holy Prophet *(SAAW)* shed his *(SAAW)* blessed blood in the streets of Taif and on the battlefield of Uhud. We must strive to make Pakistan a practical example of *"La Ilaha Ill Allah, Muhammadur Rasoolullah"*. Otherwise, we will not be able to escape our doom by merely taking out processions on Rabi-ul-Awwal or just by chanting slogans of praise for the Holy Prophet *(SAAW)*. The real work to be done is that we ought to sincerely and resolutely follow the illuminating teachings of the Holy Prophet *(SAAW)*. That is the only path for our salvation! That, indeed, is the key to success in this world and in the Hereafter! May Allah *(SWT)* help us observe every Sunnah of the Prophet *(SAAW)*. *Aameen!*

Editor's Note: ***Adapted from the translation of the Urdu Editorial of Nida-e-Khilafat (issue 36; 2020). Translation done by Sadiq Ur Rahman (A Rafiq of Tanzeem-e-Islami from Malakand). Translation edited by the Nida-e-Khilafat Editorial team.***

﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰكُمْ﴾

تنظیمِ اسلامی

کا سالانہ

کُل پاکستان اجتماع

20 21 22 نومبر 2020

(بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار)

بمقام مرکزی اجتماع گاہ، بہاولپور

منعقد ہو رہا ہے (ان شاء اللہ العزیز)

((اَنَا آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ، اَللّٰهُ اَمَرَنِي بِهِنَّ: بِالْجَمَاعَةِ، وَالسَّمْعِ، وَالطَّاعَةِ، وَالْهِجْرَةِ، وَالْجِهَادِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ)) (مسند احمد)

''میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ اللہ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے: یعنی جماعت کا، سننے کا، ماننے کا، ہجرت کا اور اللہ کی راہ میں جہاد کا''

لہٰذا رضائے الٰہی کے حصول کے لیے بیعت سمع و اطاعت کے مسنون بندھن میں منسلک رفقاء بھرپور شرکت کریں۔

تفصیلات کے لیے اپنے مقامی نظم سے رجوع کیجیے!

المعلن: ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی فون: 78-(042)35473375

Vol. 29 Regd. C.P.L NO. 114 No.38

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore